The explosive spine-chiller
–read it today
while it's still
fiction!

NEW YORK TIMES BESTSELLER
READER'S DIGEST CONDENSED BOOKS SELECTION
BOOK-OF-THE-MONTH CLUB FEATURED ALTERNATE

34 EAST

ALFRED COPPEL

امن کی فاختہ

تلخیص
ترجمہ : ضیا احمد

الوزنے ایک بار پھر دوربین کے طاقتور عدسوں کو صحرائے سینائی کے ریگزار کی وسعت پر مرتکز کیا۔ چڑھتے ہوئے سورج کی ہر لحظہ بڑھتی تمازت میں ریت پر سراب جنم لینے لگے تھے مگر لیلےٰ اجمیل کا کہیں پتہ نہ تھا۔ بیس کلو میٹر دور جنوب میں پہاڑوں کی سیاہ لکیر کی طرح خود اس کا اپنا وجود بھی ساحل کی ریت پر بالکل نمایاں تھا۔ کہیں بھی پناہ کی کوئی صورت نہ تھی۔ ساحل پر گشت کرنے والی کسی بھی کشتی سے کوئی بھی محافظ اسے دوربین کی مدد کے بغیر بھی دیکھ سکتا تھا لیکن اس علاقے میں عموماً فوجی کشتیاں نہیں آتی تھیں۔ الوز تنہا ہوتا تو شاید وہ بے خوف و خطر روسی زیر انتظام علاقے سے بھی گذر جاتا لیکن مشکل یہ تھی کہ اس کے ساتھ سامان تھا۔ لکڑی کے چھ مضبوط صندوق جو اب ساحل پر جدید قسم کے اسلحے سے بھرے پڑے تھے۔ اصل خطرہ روسی زیر انتظام علاقے سے گذرنے میں تھا۔ اس کے بعد اقوام متحدہ کی امن فوج کے زیر انتظام غیر فوجی علاقہ تھا جہاں اول تو بدوؤں کے قافلوں کو گذرنے سے کوئی نہیں روکتا تھا لیکن کوئی گشتی دستہ مداخلت کر کے بھی ان کا راستہ نہیں روک سکتا تھا۔

امن فوج کے غیر مسلح سپاہیوں پر مشتمل دستے سے ڈرنے کی کوئی بات نہ تھی۔ اگر کوئی کشت و خون ہوتا بھی تو کون سی نئی بات ہوتی۔ اقوام متحدہ کے مبصر پہلے بھی مارے گئے تھے اور دنیا میں سیاسی سطح پر تھوڑے سے احتجاج اور مذمت کی کسی قرارداد کے بعد بات ختم ہو گئی تھی۔

لیلےٰ اجمیل کا وقت پر پہنچنا الوز کے لئے بہت اہم تھا۔ دوپہر تک انہیں پہاڑوں کو عبور کر کے وادی فاران میں داخل ہونا تھا لیکن صحرا میں تاحد نگاہ کسی قافلے کا نشان تک نہ تھا۔ عورت کی ذات سے وقت کی پابندی کی توقع رکھنا عبث تھا خواہ وہ لیلےٰ اجمیل ہی کیوں نہ ہو مگر ابھی کچھ کہنا بھی قبل از وقت تھا۔ الوز کو آبدوز نے مقررہ وقت سے بہت پہلے ساحل پر اتار دیا تھا۔ اس نے بے چینی سے گھڑی پر ایک نگاہ ڈالی اور پھر دوربین اٹھالی۔ اس بار ریت کے چمکتے ذروں میں اسے سیاہی کے متحرک دھبے سے نظر آئے۔ اس نے نظر جما کر دیکھا۔ دوربین کو فوکس کیا اور انہی سیاہ دھبوں پر رکھا۔ آہستہ آہستہ دھبے پھیلتے گئے۔ اس نے اطمینان کا سانس لیا اور دوربین گلے سے اتار کر نیچے ڈال دی۔ شبہے کی اب کوئی بات نہ تھی۔ یہ لیلےٰ اجمیل کا قافلہ تھا۔ وہ ایک صندوق پر بیٹھ گیا جس میں "یوزی" پستول تھے۔ روسی ساخت کی اے کے فور سیون رائفلز تھیں۔ تین برطانوی قسم کی اسٹین گنز اور ایک امریکن تھامسن آٹومیٹک۔ یہ سب سامان محاذ جنگ پر مرنے والوں کی ملکیت تھا جس کا شمار کہیں نہ ہوا تھا۔ مال غنیمت جو نہ عربوں کو ملا تھا نہ اسرائیلیوں کو۔

الوز کے لئے یہ کام نیا نہیں تھا۔ وہ پیدائشی جنگجو تھا۔ جنگ اس کا پیشہ تھی۔ وہ کسی سیاسی نظام کی برتری کسی عقیدے اور کسی نظریئے کا حامی نہ تھا چنانچہ ۱۹۶۰ء میں وہ چینی رضا کار بن کر ویٹ کانگ گوریلوں کی مدد کر رہا تھا۔ ویت نام کی جنگ کی نشانی آتش گیر بم سے جھلسنے کا ایک داغ تھا۔ ویت نام سے وہ مغربی بنگال چلا گیا تھا اور ماؤ کے حامیوں کی ایک دہشت پسند تنظیم میں شامل ہو گیا تھا۔ اب وہ البانیہ کے عوام کی فوج میں کرنل کے عہدے پر فائز تھا اور شام عراق اور لیبیا کے گوریلا جنگ لڑنے والے تنظیم آزادی فلسطین کے مجاہدوں کو جدید آلات حرب کا استعمال سکھا رہا تھا۔ لیلےٰ اجمیل بھی ایسی ہی ایک تنظیم کی رکن تھی جو الوموسےٰ نے یاسر عرفات کی قیادت سے الگ ہو کر بنائی تھی۔ الوز کو جنگ کا وجود دنیا کے کسی بھی خطے میں قبول تھا کیونکہ اس کے بغیر اسکی اپنی زندگی بے مصرف ہو جاتی تھی۔ امن اس کے لئے جمود کا نام تھا اور جمود کا مطلب اسکے لئے موت تھا۔ اسے زندگی سے عشق تھا جس میں حرکت ہو۔ توانائی ہو۔ تخریب کا تسلسل ہو۔ چنانچہ اسے امن سے نفرت تھی۔

قافلہ اب قریب آچکا تھا۔ اس نے پانی کی بوتل سے دو گھونٹ پئے اور اٹھ کھڑا ہوا۔ لیلےٰ اجمیل کی عمر کا اندازہ اس نے چالیس کے لگ بھگ کیا۔ اسکی اپنی عمر بھی تقریباً یہی تھی مگر لیلےٰ اس کے مقابلے میں نوجوان لگتی تھی۔ شاید وہ حالات کی سختی جھیلنے کی عادی تھی۔ اسلئے کہ وہ دختر صحرا تھی۔ اسکے نقوش میں جدوجہد کی زندگی نے نزاکت نہ رہنے دی تھی لیکن شباب کی رعنائی ہنوز آخر شب کی چاندنی کی طرح موجود تھی۔ الوز صرف تصور کر سکتا تھا کہ بیس برس پہلے یہ لالۂ صحرائی یقیناً شعلۂ جوالہ ہو گی۔ وہ اسے اشارے پر اونٹ کو بٹھاتے دیکھتا رہا۔ "میں نے تم سے پچاس افراد ہمراہ لانے کو کہا تھا۔" الوز نے کسی تمہید کے بغیر کہا۔ "اور یہ بوڑھے اونٹ۔ یہ بھی کم ہیں۔"

"باقی لوگ وادی فاران میں ہیں۔" لیلےٰ نے اسکی بات کاٹ دی۔ "اونٹوں کی بھی کوئی کمی نہیں۔" اس کا لہجہ تحکمانہ تھا "فدائین کے لئے تعداد اور قوت نہیں ان کا ایمان اور جذبہ اصل چیز ہے مسٹر الوز۔" وہ صاف انگریزی میں بولی۔ پھر اس نے اپنے ہمراہ آنے والے بدوؤں کو اشارہ کیا اور وہ فوجی سامان کے صندوق اونٹوں پر لادنے لگے۔ "میں نے بیروت میں سنا تھا کہ تمہاری حکومت تذبذب کا شکار ہے۔ آخر کیوں" لیلےٰ بولی۔

"مجھے نہیں معلوم"۔ الوز نے کہا۔ "اور میرے لئے کوئی فرق بھی نہیں پڑتا۔ مجھے سیاست سے کوئی دلچسپی نہیں۔ میں صرف سپاہی کے ساتھ ہوں۔"

"سپاہی بھی جان تب ہی دیتا ہے جب اسے معلوم ہو کر وہ کس کے لئے لڑ رہا ہے اور کیوں لڑ رہا ہے۔" لیلے نے کہا۔

"میں نے ترانہ کی ایک خواہش پوری کی ہے۔ اگر اسے مشرق وسطیٰ میں امریکہ اور روس کی لڑنے کے بہانے لڑانے کی پالیسی پسند نہیں یا وہ امن کے لئے جنگ کا ڈھونگ رچانے پر یقین نہیں رکھتا تو مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں۔ میں نے تو اپنے ہاتھوں سے آج تک ایک فاختہ بھی نہیں ماری"۔ الوز نے تیز لہجے میں کہا۔ "اپنے ہاتھوں سے کسی کا خون نہیں بہایا۔"

لیلے ہنسی۔ "مگر اس بار یہی تمہارا مشن ہے۔ امن کی فاختہ کا شکار۔"

"ہاں"۔ وہ بولا۔ "اسلئے کہ جنگ جاری رکھنے کے لئے اسکے سوا کوئی چارہ نہیں۔ میں امن سے ڈرتا ہوں۔" لدے ہوئے اونٹ کھڑے ہو گئے تھے۔ لیلے جمیل کے پیچھے دوسرے اونٹ پر الوز کے سوار ہوتے ہی قافلہ روانہ ہو گیا۔ آدھے گھنٹے بعد صحرا کی گرم ریت کے سوا گولان کی پہاڑیوں تک کچھ نظر نہ آتا تھا۔ قافلہ سراب بن کر غائب ہو گیا تھا۔

❁

بہت دور۔ سمندروں اور صحراؤں کی وسعت سے پرے واشنگٹن کے قصرِ صدارت کی کھڑکیوں کے شیشوں پر بارش کا پانی آڑی ترچھی لکیریں بناتا خاموشی سے بہہ رہا تھا۔ "آخر تم سمجھتے کیوں نہیں۔ ہم اس وقت امن فوج میں تخفیف نہیں کر سکتے ہم ایک ذمہ داری قبول کر چکے ہیں۔ اسے پورا نہ کرنے سے ہماری خارجہ پالیسی بدنام ہوتی ہے"۔ صدر نے یکلخت پلٹ کر کہا۔

"کیا آپ صرف بدنامی سے ڈرتے ہیں جناب صدر"۔ نائب صدر نے اسی پرسکون لہجے میں کہا۔ "امریکی معیشت کے نقصان سے بھی زیادہ"۔

"نہیں۔ میں جنگ سے بھی ڈرتا ہوں۔ میں جانتا ہوں امن فوج میں کمی سے جنگ پھر چھڑ جائے گی۔ ہم نے۔ میرا مطلب ہے اقوام متحدہ نے۔ اور خود ڈاکٹر ہنری کسنگر نے جو دوڑ دھوپ کی ہے۔ جو مذاکرات کئے ہیں اور قیام امن کے لئے جو کوشش کی ہے۔ اس سے حاصل ہونے والی یہ معمولی سی عارضی کامیابی بھی ختم ہو جائے گی۔ کیا اس سے امریکی مفادات کو نقصان نہیں پہنچتا۔ تیل پیدا کرنے والے ممالک لڑنے لگیں تو کیا امریکی معیشت متاثر نہیں ہوتی۔؟"

"ہمیں سب سے زیادہ نقصان پہنچانے والی یہی مداخلت بے جا کی پالیسی ہے جناب صدر۔ دنیا ہمیں امن کا ٹھیکیدار۔ پولیس مین وغیرہ جیسے نام دیتی ہے۔ کیا وقار کوئی چیز نہیں ہے۔ صاحب صدر۔ ہمارے مفادات کو۔۔"۔ بیلی نے کہا۔

"مسٹر وائس پریذیڈنٹ۔ یہ اصولی اختلاف ہے جس پر بحث سے کوئی فائدہ نہیں۔ اسپیکر میرا ہم خیال ہے"۔ صدر نے اسکی بات کاٹی۔

"یس سر۔ عموماً پرانے دوست ہم خیال ہوتے ہیں۔ یہ اصولی بات ہے"۔ بیلی نے ضبط سے کام لیا۔ صدر نے مصلحت اور مصالحت کے اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے اس طنز کو نظرانداز کر دیا اور اپنی بات جاری رکھی۔ "کانگریس معاہدے میں توسیع منظور کر لے گی اور میرا خیال ہے سینیٹ بھی اختلاف نہیں کرے گی۔"

"اگر آپ کا یہی فیصلہ ہے تو اختلاف کون کر سکتا ہے۔ لیکن کیا یہ ضروری ہے کہ توسیع کے معاہدے پر میرے دستخط ہوں"۔ بیلی نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"بات دراصل یہ ہے بیلی کہ"۔ صدر نے نیم دوستانہ لہجہ اختیار کیا۔ "تجدید کی تقریب میں شرکت کے لئے میں بھی جا سکتا تھا۔ لیکن ہفتے بھر سے میرے بیوی بچے پام اسپرنگ میں میرے منتظر ہیں۔ سال بھر سے ڈاکٹر مجھے مجبور کر رہے ہیں کہ مجھے صحت کی بحالی کے لئے کم سے کم ہفتہ بھر کام سے دور رہنا چاہئے۔ میں نے ایک ہفتہ کا آرام قبول کیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اب میں نے کوئی حیلہ بہانہ تراشا تو مجھے یہ لوگ گرفتار کر کے لے جائیں گے۔" وہ ہنسا۔ بیلی جانتا تھا کہ اصل وجہ یہ نہیں۔ آرام کو کام کے لئے اگر سال بھر ملتوی کیا جا سکتا ہے تو اس اہم معاہدے کی توسیع کی دستاویز پر دستخط کے لئے بھی التوا ممکن تھا لیکن صدر بڑا گھاگ سیاستداں تھا۔ اس نے بیلی کے دستخط کرانے کے لئے اسباب پہلے سے پیدا کر لئے تھے۔ اسے ہر حال میں ایک دستاویزی ثبوت کی ضرورت تھی جسے وہ بیلی کے خلاف استعمال کر سکے یہ کہہ سکے کہ بیلی کے قول و فعل میں تضاد ہے۔ اگر وہ ایک طرف جنگ کے اخراجات میں اضافے اور فوجی مداخلت کے خلاف تقریریں کرتا ہے تو دوسری طرف معاہدۂ قبرص کی مزید تین سال کے لئے توسیع کی دستاویز پر روسی نائب وزیراعظم کے ساتھ مل کر دستخط کرتا ہے جسکی رو سے امریکہ صحرائے سینائی میں متعین امن فوج کے اخراجات کا حصہ بدستور ادا کرتا رہے گا۔

"اسکے علاوہ۔۔۔۔" صدر نے تھوڑے توقف کے بعد کہا۔

"میں ایک اور کام بھی لینا چاہتا ہوں تم سے۔ جو غالباً ڈاکٹر کسنگر کے دائرہ اختیار میں نہیں ورنہ وہ بھی جا سکتے تھے تمہاری جگہ۔" بیلی نے سوالیہ نگاہوں سے صدر کو دیکھا۔ اسکی عقل میں یہ بات نہیں آ ئی تھی کہ دنیا کا کون سا ایسا کام ہے جو کسنگر نہیں کر سکتا۔ "تم کرنل سیڈل کو جانتے ہونا۔" صدر نے کہا۔ وہ امن فوج میں جنرل ولیم کے ساتھ ہے اور امریکی فوج کا چیف آف اسٹاف ہے۔ لیکن وہاں جانے سے پہلے وہ بارہ سال سپریم کورٹ کا جج بھی رہا ہے۔ تم... تم اسے کسی طرح قائل کر دو کہ وہ واپس سپریم کورٹ میں آجائے۔ میرا خیال ہے تم یہ کام کر لو گے۔"

بات فوراً بیلی کی سمجھ میں آگئی۔ "آپ چاہتے ہیں کہ اسے سپریم کورٹ کا چیف جسٹس بنا دیں۔"

"ہاں۔ نئے چیف جسٹس کا تقرر ضروری ہے۔ موجودہ چیف جسٹس کی عمر اسی سال ہو گئی ہے اور وہ خود خرابی صحت کی بنا پر ریٹائر ہونا چاہتا ہے۔" صدر نے محتاط الفاظ میں کہا۔

"تو کیا اسکے لئے کرنل سیڈل واحد موزوں آدمی ہے۔ اسلئے کہ وہ بھی آپ کا ہم خیال ہے۔" بیلی نے تلخ لہجے میں کہا۔ "اسپیکر کی طرح۔"

"بیلی۔ تم اسکی صلاحیت اور تجربے کو نظر انداز کرنے پر کیوں مصر ہو۔" صدر نے برہمی سے کہا۔ "پھر یہ میرا آئینی حق ہے۔"

"یس سر۔ چار سال تک تو ہے۔" بیلی نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ "میں اب اجازت چاہتا ہوں۔ مجھے روانگی کی تیاری بھی کرنی ہے۔" ناراضگی کے باوجود صدر نے روایتی گرمجوشی سے مصافحہ کر کے اپنے نائب کو رخصت کیا۔ بیضوی دفتر کے دروازے پر متعین سارجنٹ نے میکانیکی انداز میں سیلوٹ کی رسم پوری کی۔ دوسرا سارجنٹ کرسی پر اپنی گود میں وہ بریف کیس لئے بیٹھا رہا جس میں "وار کوڈ" اور دوسری ایسی دستاویزات رہتی تھیں جنہیں صدر کے سوا کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ "ایسا ہی کوئی الو کا پٹھا کریملن میں بھی یہ پنڈورا کا باکس لئے بیٹھا ہو گا۔" بیلی نے گزرتے گزرتے تلخی سے سوچا۔

صدر اس کے جانے کے بعد بھی کھڑکی کے بند شیشوں سے واشنگٹن کے شہر کا دھندلا سا منظر دیکھتا رہا۔ دن بدن اس کا یہ احساس شدید تر ہوتا جا رہا تھا کہ بیلی کو نائب صدر کی حیثیت سے قبول کر کے اس نے اپنے سیاسی مستقبل کو بھی تباہ کر لیا ہے اور اپنے دور صدارت کے لئے دشواریاں بھی پیدا کر لی ہیں۔ ان دونوں کے درمیان نظریاتی اختلاف کی خلیج اب وسیع تر ہوتی جا رہی تھی اور نائب صدر ہونے کے باوجود وہ اسکے فیصلوں پر اثر انداز ہونے لگا تھا۔ ان لوگوں کی تعداد بڑھتی جا رہی تھی جو بیلی کے پیش کردہ سیاسی اور معاشی مسائل کے حل سے اتفاق کرتے تھے۔ بیلی ماہر معاشیات بھی تھا۔ اسکی شخصیت بھی صدر سے زیادہ پرکشش تھی اور وہ پرعزم اور پراعتماد حریف بھی تھا۔ شاید وہ اسے نائب صدر نہ بناتا۔ لیکن خود اس کی اپنی پارٹی کا دباؤ اتنا زیادہ تھا کہ وہ مجبور ہو گیا تھا۔ کنیڈی کے قتل اور نکسن کی معزولی کے بعد بھی نائب صدر کے عہدے کو غیر اہم سمجھنے پر تیار نہ تھا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا تھا کہ دنیا کے سب سے بااختیار شخص کے برابر اختیارات رکھنے والا نہ سہی اہمیت کے اور طاقت کے اعتبار سے اس کا ایک ہم پلہ شخص اس کا نائب صدر کم اور محتسب زیادہ بن گیا تھا۔ اور اپنی انہی جذباتی امن پسندی کی باتوں سے اس نے امن کی فاختہ کا خطاب حاصل کر لیا تھا۔ امن کی علامت جس پر تیسری عالمگیر جنگ سے پناہ مانگنے والی دنیا کے وجود کا انحصار تھا۔

❖

صحرائے سینائی میں متعین امن فوج کے روسی ہیڈ کوارٹر "العریش" میں فوجی کمانڈروں کا اجلاس معمول کے مطابق جاری تھا۔ یہ اجلاس امریکی ہیڈ کوارٹر "الشوط" میں ہوتا یا اقوام متحدہ کے مبصرین کے ہیڈ کوارٹر میں جو عین جنگ بندی لائن پر واقع تھا۔ اسکی کارروائی جنرل ولیم کے لئے بیزار کن حد تک یکساں اور بے مقصد ہوتی تھی۔ ابھی امریکی سی آئی اے کی روسی حریف "کے جی بی" کی کیپٹن زخاروف اپنی سپاٹ اور جذبات سے عاری آواز میں ان خلاف ورزیوں کی تفصیل پڑھ رہی تھی جو امن فوج کے علاقے میں ہوئیں۔ وارداتوں کی تفصیلات اور تصاویر جو ہمیشہ ایک جیسی ہوتی تھیں غیر دلچسپ اور غیر ضروری جنکو ہر اجلاس میں پیش کئے جانے اور فریقین کی جانب سے گمراہ کن اور غلط قرار دیئے جانے کے رسمی مظاہرے کے بعد اقوام متحدہ کے مبصرین کو ارسال کر دیا جاتا تھا۔ اور عین جنگ بندی لائن پر کنکریٹ سے بنے ہوئے اس بلاک میں سند کے طور پر رکھنے کے لئے جہاں غیر جانبدار ممالک سے آئے ہوئے مبصرین انہیں پڑھے بغیر ریکارڈ میں ڈال دیتے تھے۔ جھوٹ اور یہ بے معنی الفاظ تھے کیونکہ روسی اور امریکی کمانڈر فرض نبھاتے ہوئے مبالغے سے کام لیتے تھے زیب داستان کے لئے بڑھاتے بھی تھے لیکن اپنے اپنے حریف کی اشتعال انگیز کارروائیوں کی رپورٹ میں۔ اس کے برعکس انکے سارے الزامات کو وہ بے بنیاد پروپیگنڈہ قرار دیتے تھے خود کو بے قصور ثابت کرتے تھے اور احتجاج کا نوٹ ضمیمے کے طور پر لگا دیتے تھے۔ ہر رپورٹ ایک جیسی ہوتی تھی چنانچہ ایک کا پڑھ لینا سب کو پڑھ لینے کے مترادف تھا۔ اشتعال کا عملاً کوئی مرحلہ نہ آتا تھا۔ اجلاس کے بعد روسی اور امریکی کمانڈر نہایت دوستانہ فضا میں مسکراتے ہوئے رخصت

ہوتے تھے۔ یا ایک دوسرے کے اعزاز میں ڈنر دیتے تھے جو
اجلاس سے کہیں زیادہ اہم دلچسپ ہوتے تھے کیوں کہ انہی کے طفیل
روسی اور امریکی کمانڈر اور ان کے ماتحت عملے کے درمیان بے تکلف
دوستی کی فضا قائم ہوئی تھی۔ یہ گنے چنے افراد ماسکو اور واشنگٹن
کے سیاسی محاذ پر حریف تھے مگر اس صحرا میں غیر معینہ مدت
کی قید تنہائی نہیں کاٹ سکتے تھے۔

جنرل ولیم نے کرسی پر پہلو بدل کر جماہی لی اور کیپٹن زخاروف
کو دیکھا اور غیر ارادی طور پر اس کا موازنہ اپنی ملٹری سکریٹری سے کیا
کیپٹن الزبتھ آدم۔ جو سوشیالوجی میں ایم اے کرنے کے بعد
فوج میں شامل ہوئی تھی۔ نیویارک کی ہنگامہ پرور زندگی کو چھوڑ
وہ صرف اسلیے صحرائے سینائی میں آبیٹھی تھی کہ اسے جنرل ولیم سے
غائبانہ قسم کا عشق تھا۔ وہ محبت تھی جس میں آگ دونوں
طرف برابر نہیں لگی تھی بلکہ ایک طرف تو لگی ہی نہ تھی۔ جنرل ولیم
کو اس کی قطعی خبر نہ تھی۔ لیکن چیف آف اسٹاف سابق جج سیڈل
کو اس ون وے ٹریفک کا علم تھا۔ جنرل ولیم نے قطعی غیر
جانبداری سے کام لیتے ہوئے اپنی ملٹری سکریٹری کو "ڈونٹ" قرار
دیا۔ یوں جیسے وہ فوجی کمانڈر نہیں جج ہے اور یہ فوجی کمانڈروں
کا اجلاس نہیں امریکہ اور روس کی خواتین فوجی افسران کا مقابلہ
حسن ہے۔ قصور اس کا نہیں تھا۔ اسکی عمر کا تھا یا اسکی ازدواجی
زندگی کی ناکامی کا تھا۔ وہ اتنی کم عمر میں میجر جنرل کے عہدے تک
جا پہنچا تھا کہ زندگی کی اس کامیابی پر اس سے رشک کرنے والے
بہت تھے۔ کیپٹن الزبتھ اپنی ڈائری کے صفحات میں اسے وجیہہ،
جامہ زیب۔ ذہین اور جرات مند اور دیگر تمام اعلیٰ مردانہ صفات
کا حامل لکھتی تھی تو غلط نہیں لکھتی تھی۔ ان خوبیوں کو اگر کسی نے
نہیں دیکھا تھا تو اس عورت نے جو کچھ عرصہ اسکی بیوی رہنے کے
بعد اسے چھوڑ گئی تھی۔ یقیناً دنیا میں اس سے بہتر مرد ہوں گے
جنرل ولیم نے آہ بھر کر سوچا۔ کیونکہ وہ خود بھی جانتا تھا کہ دنیا
میں اس سے بہتر عورتیں موجود ہیں۔ اس شادی کی یادگار ایک
لڑکا تھا جو امریکہ میں زیر تعلیم تھا اور زندگی کے سفر میں بالکل
مخالف سمت اختیار کر چکا تھا۔ بڑے بڑے بال رکھ کے اور سرکس
کے جوکروں جیسا لباس پہن کر چرس کے دم لگانے والا اور امن
کے راگ گانے والا ہپی۔ ولیم کو اس سے کوئی امید نہ تھی۔ فوجی
تو کیا وہ عام زندگی میں بھی کوئی معمولی کامیابی حاصل کرنے کا
اہل نہ تھا۔

مترجم کسی ٹیپ ریکارڈ کی طرح بج رہا تھا جسے کوئی خالی
کمرے میں چلتا چھوڑ جائے۔ اجلاس میں شریک کسی فرد کے کان
تک اسکی آواز نہیں پہنچ رہی تھی کیونکہ وہ صرف جسمانی طور پر موجود
تھے۔ جنرل ولیم کی طرح ان کے خیالات کی رو بھی بھٹک رہی تھی۔
وہ سب اس رپورٹ کے ختم ہونے کے بے چینی سے منتظر تھے اور بار
بار گھڑی دیکھ کر جھنجلاہٹ کا شکار ہو رہے تھے۔

جنگ سے متاثر ہونے والے۔ اسرائیل کے قبضے میں رہ
جانے والے۔ عربوں کے علاقے میں شامل ہو جانے والے اور غیر فوجی
قرار دیئے جانے والے علاقے کی نشاندہی دیوار پر آویزاں نقشے میں الگ
الگ رنگوں سے نمایاں طور پر کی گئی تھی۔ نقشہ ایک پوری دیوار پر
پھیلا ہوا تھا اور رپورٹ میں جیسے ہی کسی مقام کا نام آتا تھا مترجم
کی دو گز لمبی پتلی بید کی چھڑی عین اس نقطے کو چھوتی تھی اور شرکاء
قطعی غیر ارادی طور پر ادھر دیکھنے لگتے تھے۔ روسی اور امریکی کمانڈر
طویل میز کے دونوں کناروں پر ایک دوسرے سے دس گز دور
بیٹھے تھے۔ درمیان میں ایک طرف روسی ماتحت عملہ تھا۔ پوری
فوجی وردی میں سارے تمغے سجائے۔ دوسری جانب امریکی عملہ تھا
ان میں سے بیشتر سوٹ پہنے ہوئے تھے کیونکہ خود جنرل ایک بشرٹ
اور پتلون میں تھا۔ امریکی ہائی کمان نے رسماً ایک ہدایت نامہ ارسال
کیا تھا کہ تقریبات میں فوجی قواعد کا خیال رکھا جائے مگر ہدایات
جاری کرنے والوں نے ایئرکنڈیشنڈ کمروں میں بیٹھ کر صحرائے سینائی کی
گرمی کو یاد نہیں رکھا تھا چنانچہ جنرل ولیم نے ہدایت نامے کو اپنی
میز کی دراز میں ڈال دیا تھا اور بھول گیا تھا۔ روسی جنرل پوری
الانوف اپنے عملے کو موسم سرما کی وردی پہناتا ہے تو پہنائے
کار کی بجائے ٹینک میں بیٹھ کر آتا ہے تو آئے۔ سب سے زیادہ
مضحکہ خیز صورتحال اسرائیلی اور عرب فوجی افسروں کی ہوتی تھی
جو خاموش تماشائی بنے ایک دوسرے کو خونخوار نظروں سے
گھورتے رہتے تھے۔ انہیں صرف گواہی کے لئے طلب کیا جاتا تھا
اور اکثر وہ زبان سے ایک لفظ کہے بغیر رخصت ہو جاتے تھے۔ ان
کی خاموشی کو حسب ضرورت ان کی تردید یا تائید سمجھ لیا جاتا تھا

جنرل ولیم کے ساتھ سیڈل تھا جو چیف آف اسٹاف ہونے
کے باوجود جج کہلاتا تھا۔ ایک پائلٹ تھا اور ایک سارجنٹ
جو اس کا ڈرائیور بھی تھا اور محافظ بھی۔ پریس کے دو نمائندے
زبردستی ساتھ ہو لئے تھے۔ ایک رپورٹر گارسن مین تھا اور دوسرا
یو پی آئی کا تام وین۔ گڑبڑ صرف دو افراد کی وجہ سے تھی۔ ایک اسرائیلی
فوج کی کیپٹن رابن کی وجہ سے جو اسرائیلی جنرل زدوک کی ملٹری
سکریٹری تھی۔ سی آئی اے کا کوئی حرامزادہ اعلیٰ حکام کو باقاعدہ
اطلاع دے چکا تھا کہ جنرل ولیم اس کے عشق میں بدنام ہونے
پر کمربستہ ہے۔ سیاسی نقطۂ نظر سے اس عشق کی اجازت نہیں دی

جاسکتی تھی۔ دوسرا کرنل ڈیل تھا جو ایئر کمانڈر تھا اور ماتحت ہونے کے باوجود خودسر تھا کیونکہ اسکی پشت پر ایڈمرل اسٹوارٹ تھا۔ خودسری کو جنرل ولیم برداشت کرسکتا تھا لیکن کرنل ڈیل کی زندگی منفی قسم کے انتقامی ردعمل کا شکار تھی۔ وہ خطرناک حد تک انتہا پسند تھا اور کمیونسٹ دشمنی کے جذبات اسکی عقل پر حاوی تھے۔

"میرا خیال ہے آج کا اجلاس ملتوی کیا جائے۔" جنرل ولیم نے اپنی گھڑی پر نگاہ ڈال کر کہا۔ روسی کیپٹن کی اور مترجم کی زبانیں بند ہوگئیں۔ نوٹ لینے والوں نے پنسلیں رکھ کر انگلیاں چٹخائیں اور کیپٹن الزبتھ نے کاغذات سمیٹنے شروع کئے۔ بڑی لگن اور مستعدی سے۔ جیسے یہ وہ محبت نامے ہیں جو خوابوں میں جنرل ولیم نے اکثر اسے لکھے تھے۔

"التوا سے قبل ہم روسی نائب وزیراعظم اور امریکی نائب صدر کی آمد کے مسئلے پر بات کرنا چاہتے ہیں۔" جنرل ولیم ٹیٹ نے کہا۔ اب وہ براہ راست روسی زبان میں گفتگو کر رہے تھے کیونکہ جنرل ولیم نے زبان میں مہارت حاصل کرنے کے بعد روسی ادب کا باقاعدہ مطالعہ کیا تھا۔ "روسی نائب وزیراعظم کے پہنچنے سے پہلے ؟" روسی جنرل نے کہا۔ "ابھی تو وہ اسکندریہ پہنچے ہونگے۔" اس نے اپنی گھڑی دیکھی۔

"حفاظتی انتظامات پر پہلے سے غور کرنا ہوگا۔ گو اس کا امکان نہیں لیکن... ناخوشگوار واقعات... یا کسی حادثے کی صورت میں معاہدے کی تجدید کو خطرہ لاحق ہوسکتا ہے۔ حفاظتی اقدامات ضروری ہیں۔" جنرل ولیم نے کہا۔ مترجم دیگر شرکا تک گفتگو کا مفہوم پہنچانے کے لئے ترجمہ کرتا جا رہا تھا۔

"نائب وزیراعظم اسکندریہ کے ہیلی پیڈ سے ہیلی کوپٹر کے ذریعہ براہ راست اقوام متحدہ کے ہیڈکوارٹر پہنچیں گے۔ آج شام تک۔" الالوف نے کہا۔

"غیر فوجی علاقے پر پرواز سے قبل اقوام متحدہ کے مبصروں اور معاہدے میں شریک تمام ممالک کے نمائندوں کی منظوری لازمی ہے۔" سیڈل نے مداخلت کرتے ہوئے کہا۔

"کیا کسی ملک کو روسی نائب وزیراعظم کے گذرنے پر اعتراض ہوسکتا ہے۔ خصوصاً ان حالات میں جب وہ امن کے ایک معاہدے کی تجدید و توسیع کے لئے آرہے ہیں ؟" الالوف نے چراغ پا ہوتے ہوئے کہا۔

"اعتراض کی بات نہیں جنرل الالوف۔ اصول کی بات ہے۔ ایک امریکی جہاز کو متحدہ عرب جمہوریہ نے اپنے علاقے پر سے پرواز کی اجازت نہیں دی تھی حالانکہ ہم اور آپ متفق تھے۔ اور اس جہاز میں سویڈن سے آئے ہوئے اقوام متحدہ کے ایک مبصر کو لے جانا تھا جو شدید زخمی تھا۔ آپ کو یاد ہوگا۔ یہ جنوری کی بات ہے۔ وہ مبصر مرگیا تھا۔" جنرل ولیم نے کہا۔ "معاہدے کی پابندی ضروری ہے۔ قانوناً اور اخلاقاً۔"

"ہم نے ہمیشہ معاہدوں کی پابندی کی ہے۔" الالوف نے احتجاج کے انداز میں کہا۔

"پھر اس معمولی سی خلاف ورزی کی کیا ضرورت ہے نائب وزیراعظم کو خشکی کے راستے ہی آنا ہوگا۔ جیسے کہ نائب صدر امریکہ نے آنا قبول کیا ہے۔ کیونکہ پرواز کی منظوری کے لئے اجلاس طلب کرنے کا وقت نہیں۔ بصورت دیگر یہ معاہدے کی صریح خلاف ورزی ہوگی۔ ہم اسکی رپورٹ کریں گے اور اگر کوئی ناخوشگوار حادثہ پیش آیا تو اسکے قطعی ذمہ دار نہ ہوں گے۔" جنرل ولیم نے اٹھتے ہوئے کہا۔ الالوف کے چہرے کے سخت خطوط میں رفتہ رفتہ نرمی آگئی۔ پھر وہ مسکرایا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ دونوں کھانے کے کمرے کی طرف بڑھے۔ "تم نے کسی بات کا برا تو نہیں مانا۔" الالوف نے انگریزی میں کہا۔ "یہ سرکاری کارروائی ہے۔"

"میں غیر سرکاری باتوں کا بھی برا نہیں مانتا۔" جنرل ولیم نے کہا۔ کھانے کی میز پر وہ دونوں آمنے سامنے مگر سب سے الگ بیٹھے۔

"کل تمہارے ایک "شارک" جہاز نے ہمارے علاقے پر سے پرواز کی تھی۔ رپورٹ میں ذکر ہے اس کا۔ کون بے وقوف تھا۔" الالوف نے کہا۔

"وہ کرنل ڈیل ہوگا۔" جنرل ولیم نے سگریٹ سلگایا۔ "کسی روز مارا جائے گا۔"

"پیکنگ میں لوگ ناراض ہیں معاہدے کی تجدید سے۔" الالوف بولا۔ کے جی بی کا کرنل اس سے خاصی دور بیٹھا تھا چنانچہ خطرے کی بات نہ تھی۔

"شام اور عراق سے فدائین کی سرگرمیوں میں اضافے کی خبریں بھی ملی ہیں۔ ابوموسے کی تنظیم لبنان سے غائب ہوگئی ہے۔" جنرل ولیم نے کہا۔ وہ بھی سی آئی اے کے ایجنٹ کی طرف سے مطمئن تھا جو فاصلے کی وجہ سے یہ گفتگو نہیں سن سکتا تھا۔

"تمہیں ایک راز کی بات بتاؤں۔ نائب وزیراعظم دراصل سمندر کے راستے آرہے ہیں۔ ایک فوجی بحری جہاز پر۔" الالوف بولا۔

"مجھے معلوم ہے" ولیم نے کہا۔ "تم نے حماقت کی ہے۔ کیونکہ راستے میں ہمارا چھٹا بحری بیڑہ لنگر انداز ہے۔ اسرائیل کی بحریہ آبدوزیں لئے پھرتی ہے۔ ۔ ا۔ عربوں کی گن بوٹس ہیں۔ ! اسکے علاوہ ہوائی جہاز ہیں جو اوپر سے گذرتے رہتے ہیں۔ کسی نے بے خبری میں حملہ کر دیا پھر۔ ؟"

"بڑی مشکل یہ ہے کہ تم لوگ روسیوں کو احمق سمجھنے کے کمپلکس میں مبتلا ہو" الالوف نے کہا۔ ولیم نے تائید میں سر ہلایا۔ کھانے کے دوران انہوں نے کوئی بات نہیں کی۔ پھر روسی گارڈ آف آنر نے انہیں رخصت کیا۔

لنچ بہت خوب تھا۔ ویری فائن۔ تھینک یو۔ روسی کھانے بھی مزہ دیتے ہیں۔ یہ بھی امریکن کھانوں پر کیسے ٹوٹ کر گرتے ہیں۔ کبھی آدمی تبدیلی چاہتا ہے۔ یہاں سوائے منہ کے ذائقے کے کیا بدل سکتا ہے۔ جنرل ولیم اپنے اسٹاف کی گفتگو سنتا رہا۔ کسی نے میٹنگ کے بارے میں ایک لفظ نہیں کہا تھا۔ جیسے میٹنگ ہوئی ہی نہ تھی۔

"سارجنٹ" جنرل ولیم نے کہا۔ "تمام امریکی جہازوں کو ہدایات ارسال کر دو کہ کسی روسی جہاز یا آبدوز کو نہ چھیڑیں۔"

"کیوں ؟" جج نے کہا۔ "کیا روستوف سمندر کے راستے آ رہا ہے۔ اس میں چھپانے کی کون سی بات تھی۔"

"کچھ بھی نہیں" جنرل ولیم نے ناگواری سے کہا۔ "وہ کوئی خفیہ معاہدہ کرنے نہیں آ رہا ہے امن کے ایک سمجھوتے کی توسیع کے لئے آ رہا ہے۔ مگر ڈرامہ کرنا ان کی عادت ہے۔ اور یہاں ہم ہی نہیں۔ لیکن ایسی ویسی بات ہوئی تو مجرم ہم ہی بنیں گے"

"حالانکہ ہر شخص یہاں اپنی ذات میں ایک انجمن ہے۔ دہشت پسندوں کی" جج سیڈل نے کہا۔

"روسیوں کے برعکس ہم ہیں کہ جمہوریت کو ڈرامہ بنانے کے لئے ہر وقت کمر بستہ رہتے ہیں۔ یہاں بھی پریس کے دو فرشتے مسلط کر دیئے گئے ہیں۔ کراما کاتبین کی طرح جان کے ساتھ ساتھ ہیں اور خود کو کسی جنرل سے کم نہیں سمجھتے"

امریکی ہیڈ کوارٹر پہنچنے تک کیپٹن الزبتھ نے جنرل ولیم کی صورت کے سوا کچھ نہیں دیکھا۔ کتنے اعتماد سے بات کرتا ہے۔ یونیفارم میں اس کا مضبوط جسم کتنا نمایاں ہو جاتا ہے۔ اسکے ماتھے پر تردد کی یہ لکیریں کتنی بھلی لگتی ہیں۔ فکر و تردد کی لکیریں جنرل ولیم کے ماتھے پر بے وجہ نہ تھیں لیکن اسے وجہ معلوم نہ تھی۔ اور یہی اسکے لئے زیادہ تشویش کی بات تھی۔

باون ہزار فٹ کی بلندی سے کرنل ڈیل نے صحرائے سینائی کے وسط میں زرد اور بھورے رنگ کے پتھریلے بے آب و گیاہ پہاڑوں کو دیکھا۔ اسکے بالکل سامنے بحیرۂ روم کی نیلاہٹ تھی۔ تقریباً ڈھائی سو کلومیٹر دور۔ ریت اور سمندر کے رنگ کا فرق اوپر سے کسی نقشے پر بنے ہوئے دو ملکوں کے رنگ کی طرح بالکل الگ نظر آتا تھا۔ دائیں طرف خلیج عقبہ کا علاقہ سرسبز تھا اور اس میں خلیج کا شوخ نیلا دھبہ الگ دکھائی دیتا تھا۔ دس میل اوپر سے اسے غیر فوجی علاقے میں امریکی روسی یا اقوام متحدہ کے کسی مبصر کے دفتر کی عمارت نظر نہیں آتی تھی مگر آواز سے تین گنا رفتار پر سفر کرنے والے "شارک" سے کہیں بھی اسے بم گرانے کو کہا جاتا تو اس کا نشانہ خطا نہیں ہو سکتا تھا۔

اس کی رفتار ابھی آواز کی رفتار سے کم تھی لیکن کرنل ڈیل کو معلوم تھا کہ چند سیکنڈ میں یہ رفتار تین ہزار میل فی گھنٹہ سے زیادہ کی جا سکتی ہے۔ "شارک" بڑی خوبیوں والا جہاز تھا۔ راکٹ کی طرح سیدھا پرواز کر جانے والا اور حیرت انگیز طور پر کم جگہ میں اتر جانے والا۔ اشارے پر لاکھوں فٹ سے غوطہ مار کر زمین پر کسی بھی نشانے پر پہنچ جانے والا

کاش یہ جہاز ویت نام میں اسکے پاس ہوتا۔ اس نے افسوس سے اپنے جلے ہوئے ہاتھوں کے زخموں کو دیکھ کر سوچا۔ ان زخموں کی ٹیس اب بھی اس کے دل میں اٹھتی تھی۔ وہ ہائی فونگ میں پیراشوٹ سے اترنے پر مجبور ہو گیا تھا اور سیدھا ویت کانگ گوریلوں کے کیمپ میں جا اترا تھا۔ دور اسیری کے نشان اس کے جسم پر ہر جگہ تھے۔ اسکے ٹوٹے ہوئے جبڑے کے لئے خصوصی آکسیجن ماسک بنوائے گئے تھے۔ اسکے سامنے کے سارے دانت غائب تھے اور منہ مستقل ٹیڑھا ہو گیا تھا۔ جب وہ ذہنی و جسمانی عذاب کے سخت ترین دور سے گذر چکا تو امریکہ نے شکست قبول کر لی اور اسے اپنی قربانی کے رائگاں جانے کا اور اپنی ذلت کا اور بے بسی کا پہلی بار احساس ہوا۔ اس نے اکیلے ہی یہ جنگ جاری رکھنے کا فیصلہ کیا اور شکستہ جسم کو درست کرانے پر رضامند نہ ہوا۔ یہ جسم ہی تو وہ الاؤ تھا جس میں وہ انتقام کی آگ کو روشن رکھتا تھا۔ پلاسٹک کی سرجری کرا کے۔ مصنوعی اعضا لگوا کے۔ ٹوٹے پھوٹے حصوں کی مرمت کرا کے وہ اپنے ماضی کو فراموش کرنا نہیں چاہتا تھا۔ ایڈمرل اسٹوارٹ کی سفارش پر اس نے خود اپنی خدمات امن فوج کے حوالے کی تھیں۔ اسے یقین تھا کہ کبھی نہ کبھی وہ بارود کے اس ڈھیر پر بیٹھی ہوئی دنیا میں ایک چنگاری پھینکنے میں کامیاب ہو جائے گا اور دنیا سے اپنی ذلت کا انتقام لے سکے گا۔ پھر یہ دنیا اسی کی طرح بدصورت ہو جائے گی۔ امن کا خواب اسکی انا کی طرح لوٹ جائے گا۔ آدمی جب اندر سے ٹوٹتا ہے تو اسے دنیا کا وجود کتنا بے رحم لگتا ہے۔ اور کتنا بدصورت اور خود غرض۔

غیرفوجی علاقے کی سرحد پر ایلات کے قریب اسرائیلی فضائیہ کے اڈے کارن دے لکیر کی طرح نظر آرہا تھا۔ اسی علاقے کی دوسری سرحد اسماعیلیہ اور سویز سے جا ملتی تھی۔ اس نے ایک غوطہ لگایا۔ رفتار میں زمین کی کشش سے اضافہ ہوا اور وہ آواز کی رفتار کی حد کو توڑتا ہوا ڈیوڑھی رفتار سے نیچے آنے لگا۔ رفتار میں زمین کی کشش سے اضافہ ہوا اور وہ آواز کی رفتار کی حد کو توڑتا ہوا ڈیوڑھی رفتار سے نیچے آنے لگا

"ہلو شارک زیرو سیون" ایکو سائرا کے کنٹرول ٹاور نے اسے پکارنا شروع کیا۔ "شارک زیرو سیون۔ ڈو یو ریڈ می"

"راجر۔ شارک زیرو سیون" کرنل ڈیل نے کہا۔

"ساحل سمندر پر ہمارے علاقے میں مداخلت ہوئی ہے۔ راڈار کنٹرول کی رپورٹ ہے۔ تم خود جائزہ لوگے یا سگنل دیا جائے"

"میں خود جا رہا ہوں" کرنل ڈیل نے کنٹرول کے لہجے پر برہمی سے کہا۔ "کسی سگنل کی ضرورت نہیں۔ یہ میرا حکم ہے۔ کرنل ڈیل ٹاسک کا۔"

"یس کرنل" کنٹرول نے دبے دبے لہجے میں کہا۔ "راڈار رپورٹ ایمی آبدوز یا میزائل بردار آبدوز نے ابھی ابھی بارہ میل کے سرحدی خط کو عبور کیا ہے۔ پوزیشن....." لیکن کرنل ڈیل جہاز کو پلٹ چکا تھا۔ اس کی رفتار میں اور بلندی میں تیزی سے اضافہ ہو رہا تھا۔ "ایکو سائرا۔ کرنل ڈیل۔ شارک زیرو سیون۔ ریڈ آرڈرز۔ چار مسلح شارک پرواز کے لئے میرے حکم کا انتظار کریں۔" اس نے کہا۔

"کتنے سر؟..." کنٹرول آفیسر نے حیرت سے کہا۔ "چار؟ ۔ اور مسلح"

"راجر۔ خرابی کس میں ہے آفیسر۔ تمہارے آلات میں۔ کانوں میں یا دماغ میں۔ صاف سنائی نہیں دیتا یا سمجھ میں نہیں آتا ایک سیدھا سادا حکم۔ چار شارک" کرنل نے دہاڑ کر کہا۔ "پوری طرح مسلح سمجھے؟۔"

"نو... نو سر... آئی مین... یس سر..." کنٹرول آفیسر نے ہکلا کر کہا۔ گھبراہٹ میں وہ سیٹ کو آف کرنا بھی بھول گیا۔ "چار مسلح شارک۔"؟ وہ بڑبڑایا۔ "کیا تیسری جنگ عظیم شروع ہو چکی ہے؟۔"

"شٹ اپ" کرنل ڈیل نے چلا کر کہا۔ کنٹرول آفیسر کی نظروں کے سامنے اندھیرا آگیا۔ اس نے سر پر ہاتھ مارا اور سیٹ بند کر دیا۔ چند منٹ بعد اس نے ڈرتے ڈرتے چاروں شارک طیاروں کے بارے میں مطلع کیا کہ وہ پرواز کے حکم کے منتظر ہیں۔ خلاف امید کرنل نے راجر کے بعد تھینکس کہا تو اس نے اطمینان کا سانس لیا۔ کس الو کے پٹھے کو یہاں بیٹھے بیٹھے پتا چلتا ہے کہ جہاز میں کون الو کا پٹھا بیٹھا ہے۔

روسی میزائل بردار آبدوز "آئی لینڈ" صحرائے سینائی کے ساحل سے ٹھیک پندرہ کلو میٹر دور چل رہی تھی۔ اس مقام پر جو "خان یونس" کہلاتا تھا۔ آلات یہی ظاہر کرتے تھے کہ بین الاقوامی سمندر میں ہیں اور اس جدید ترین قسم کی روسی آبدوز کے خود کار آلات نے کبھی غلط اطلاع نہیں دی تھی۔ کیپٹن یوں بھی بہت محتاط تھا کہ سطح سمندر کے نیچے سفر کرنے والوں میں صرف اس کا عملہ ہی نہیں تھا۔ ایک کمپارٹمنٹ میں روسی نائب وزیر اعظم اسکندریہ سے سوار ہوئے تھے۔ دوسرے میں دو سکریٹری اور تیسرے چوتھے اور پانچویں میں وہ سب عملہ جو معاہدۂ قرض کی توسیع کی تقریب میں شرکت کے لئے نائب وزیر اعظم کے ساتھ صحرائے سینائی کے غیر فوجی علاقے میں امن فوج کے ہیڈ کوارٹر جا رہا تھا۔ "کامریڈ نائب وزیر اعظم" کیپٹن نے کہا۔ "ہم امریکی سیکٹر کے قریب سے گذر رہے ہیں۔ اگر آپ نظارہ کرنا چاہیں"

"یس" نائب وزیر اعظم نے کہا۔ "مگر میں عرشے پر سے نظارہ کرنے کو ترجیح دوں گا۔" کیپٹن میں انکار کی ہمت نہ تھی۔ حفاظتی اقدامات کو نظر انداز کرتے ہوئے اس نے تعمیل کی اور آبدوز سطح سمندر پر آگئی۔ ماتحت عملے میں سے کسی نے روستوف کو ایک دوربین پکڑا دی۔ وہ پندرہ کلو میٹر دور ساحل کو دیکھنے لگا جہاں سوائے ریت کے کچھ نہ تھا۔ پس منظر میں بہت دور راڈار ٹاور ہلتے نظر آرہے تھے۔ پھر پہاڑوں کی دھندلی سی لکیر تھی جو سمندر کی موجوں کی طرح اوپر نیچے ہو رہی تھی۔ سراب۔ روستوف نے سوچا۔ امن کی طرح۔ اور امید کی طرح۔ اچانک دھماکہ ہوا۔ سمندر کی ایک زبردست لہر نے روستوف کے قدم اکھاڑ دیئے۔ دوربین اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ "کیپٹن" وہ چلایا۔ "کیا ہے یہ؟۔" لیکن جواب دینے کے بجائے دو ہاتھوں نے جن کی طرح اسے اٹھا کر نیچے پھینک دیا۔ یہ اس کے باڈی گارڈ تھے جنہوں نے اسے کھینچ لیا تھا۔ "امریکن شارک سر" کیپٹن نے ہکلا کر کہا۔ "آپ کے سر پر سے گذر گیا۔"

"کیا؟ امریکن شارک ۔؟ میرے سر پر؟" نائب وزیر اعظم کو اپنے کانوں پر یقین نہ آیا۔ "تمہارا دماغ خراب ہے؟"

"نو... نو سر۔ وہ اسی علاقے میں پرواز کرتے رہتے ہیں۔ ہمارے راڈار پر تھے۔ لیکن اس نے اچانک غوطہ مار دیا۔!" کیپٹن بولا۔

"لیکن کیوں ۔ ؟ کیا وہ مجھے قتل کرنا چاہتا تھا ۔ یہ دھماکہ کیسا تھا ۔ ؟" وہ غصے سے کانپتے ہوئے بولا ۔

"یہ شاک ویو تھی ۔ جب کوئی طیارہ آواز کی رفتار کی حد سے تیز پرواز کرنے لگتا ہے تو ایک مخصوص رفتار پر پہنچتے ہی دھماکہ ہوتا ہے ۔ اس کی رفتار آواز کی رفتار سے تقریباً تین گنا تھی ۔"

"اور اس رفتار پر غوطہ لگانے کا مقصد کیا تھا ۔ کون امریکن کپتان تھا یہ ۔ مجھے معلوم کر کے بتاؤ ۔ یہ جرأت کیسے ہوئی اسے ۔ وہ خودکشی کرنا چاہتا ہے یا قتل ۔ یا پاگل ہو گیا ہے ۔" روستوف کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا اور جسم لرزنے لگا تھا ۔ اگر جہاز اسکے قابو سے باہر ہو جاتا ۔ اور نہ بھی ہوتا تو کیا ۔ بھارت کا یہ کرتب روس کے نائب وزیراعظم کو دہشت زدہ کرنے کے لئے ہے ۔" اس کے منہ سے گالیوں کا طوفان امڈا ۔ "میں ابھی بات کروں گا ۔ وزیراعظم سے ۔"

"جہاز واپس آرہا ہے سر ۔" کپتان نے کہا ۔ "ہم اسے دور رہنے کا سگنل دے رہے ہیں ۔"

"اس کتے سے پوچھو کہ وہ کیا چاہتا ہے ؟" روستوف نے چیخ کر کہا ۔ "اس سے کہو کہ اگر وہ پھر جہاز پر سے گزرا تو میزائل اسکے پرخچے اڑا دے گا ۔" آبدوز کے کنٹرول پر کرنل ڈیل کی آواز سنائی دی ۔ "یہ امریکن جہاز شارک سے روسی آبدوز کے نام پیغام ہے ۔ تم نے امریکی سمندری علاقے میں مداخلت کی ہے ۔" وہ بالکل پرسکون تھا ۔ دوربین سے اس نے ایک شخص کو دہشت زدہ ہو کر بھاگتے اور پھر آبدوز کو غائب ہوتے دیکھا تھا ۔ وہ یہی چاہتا تھا ۔ یہ کھیل اسکی موت کا پیغام بھی بن سکتا تھا مگر اس نے یہ خطرہ مول لے لیا تھا ۔

"ہم بین الاقوامی سمندر میں ہیں ۔ تمہاری حرکت پر میں جہاز کے کپتان کی حیثیت سے سخت احتجاج کرتا ہوں ۔ میں سرکاری طور پر اپنی حکومت کو اس اشتعال انگیزی کی اطلاع دے رہا ہوں ۔ اب اگر تم نے قریب آنے کی جرأت کی تو انجام کے خود ذمہ دار ہو گے ۔" روسی آبدوز کے کپتان نے جواب ارسال کیا اور توپوں کے دہانوں کو باہر نکالنے کا حکم دیا ۔

کرنل ڈیل نے آبدوز کو سطح سمندر پر آتے اور اسکی خطرناک توپوں کے دہانوں کو سانپ کی طرح پھن اٹھاتے دیکھا ۔ وہ مسکرایا "یہ دھمکی شارک کے لئے بے معنی ہے ۔ اس خلاف ورزی کی وجہ اور اپنے آنے کا مقصد بتاؤ ۔" کرنل ڈیل نے فاصلہ برقرار رکھتے ہوئے کہا ۔

"بین الاقوامی سمندر میں ہم کسی کو اپنا مقصد بتانے کے پابند نہیں ۔" کپتان نے کہا ۔ "جہاز کا پائلٹ کون ہے ۔ ؟"

"کرنل ڈیل ٹراسک ۔ اقوام متحدہ میں امریکی امن فوج کا ایئر کمانڈر ۔ غلطی تمہاری تھی ۔ تم ہمارے سمندر میں سفر کر رہے تھے ۔"

"یہ تمہیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا کرنل کہ غلطی کس کی تھی ۔" کپتان نے کہا ۔ کرنل ڈیل کی تمسخر اڑاتی ہوئی ہنسی نے وقتی طور پر کپتان کو اتنا مشتعل کر دیا تھا کہ وہ فائر کا حکم دینے والا تھا مگر اس نے جہاز کو پلٹتے اور بلند ہوتے دیکھا ۔ پھر اسکی نگاہ نائب وزیراعظم پر گئی اور اس نے ایک گہرا سانس لیا ۔ نہ جانے اگلے لمحے میں کیا ہونے والا تھا ۔ پسینہ اسکے سارے بدن پر بہہ رہا تھا ۔

"کام ہو گیا کپتان ۔" نائب وزیراعظم نے مسکرا کر اسکے کندھے پر ہاتھ رکھا ۔ "دشمن کو شکست ہمیشہ غلط چال سے ہوتی ہے ۔"

شارک ، زیرو سیون کے پائلٹ کرنل ڈیل نے جہاز کو رن وے پر اتارا اور روسی آبدوز کے کپتان کی بوکھلاہٹ کو یاد کر کے مسکرایا ۔ پھر اس نے ریڈیو آن کیا ۔ نکوسیا سے دوپہر کی خبروں کا بلیٹن نشر ہو رہا تھا ۔ سات منٹ بعد جب نکوسیا کے مقامی وقت کے مطابق بارہ بجکر سینتیس منٹ ہوتے تھے پبلک انفارمیشن آفیسر روی سنگھ نے پریس کے نمائندوں میں بلیٹن کی ایک ایک نقل تقسیم کی ۔ اس میں اقوام متحدہ کے صحرائے سینائی کے ہیڈ کوارٹر سے موصول ہونے والے پیغام کا متن شامل تھا جس میں کہا گیا تھا کہ امریکی نائب صدر بلی اور روسی نائب وزیراعظم نکولائی روستوف معاہدہ قبرص کی مزید تین سال کے لئے توسیع کی دستاویز پر کل شام چھ بجے اپنی اپنی حکومتوں کی طرف سے دستخط کریں گے اور یہ تقریب خط متارکہ جنگ پر واقع اقوام متحدہ کی امن فوج کے ہیڈ کوارٹر میں ہو گی ۔

وادی فاران میں ۔ سینٹ کیتھرین کی خانقاہ کے ستر سالہ بوڑھے فادر اوناسس نے کانپتے ہاتھوں سے ٹرانسسٹر کو بند کیا ۔ اور اپنے سینے پر صلیب بنائی ۔ خدا اس زمین پر امن اور خوشحالی کا سایہ رکھے ۔ دلوں میں محبت اور آنکھوں میں شرم کو سلامت رکھے ۔ وہ روزے سے تھا لیکن صبح سے اسکی ایک آنکھ پھڑک رہی تھی اور سر میں ہلکا ہلکا درد تھا ۔ اس نے خیرہ کر دینے والی دھوپ کی چمک سے اپنی بوڑھی آنکھوں کو بچانے کے لئے کھڑکی پر سیاہ پردے گرائے اور عبا کے دامن سے آنسوؤں کی طرح بہنے والے پانی کو صاف کر کے سو گیا ۔

فضا میں شب و روز گردش کرنے والے روسی مواصلاتی سیارے کوسمس ۶۲۳ نے کرنل ڈیل کے شارک جہاز کو روسی

آبدوز پر حملہ آور ہوتے دیکھا تھا اور اس کے حساس کیمروں نے جو ہر نظر آنے والی چیز کی تصویر کشی میں مصروف رہتے تھے اس منظر کی تفصیلات ہزاروں میل دور روس میں واقع ایک مواصلاتی اسٹیشن تک پہنچا دی تھیں۔ اسٹیشن کے خودکار کیمروں نے لہروں پر آنے والی ہر تصویر کو فوٹو پیپر پر چھاپ دیا تھا۔ تصاویر اتنی واضح تھیں کہ امریکی حکومت کے لئے تردید کی کوئی بھی صورت نہ تھی۔ لیکن اشتعال انگیزی کی اس منظر کشی کو روس کے احتجاجی مراسلے کے ساتھ ارسال کرنے سے قبل "کے جی بی" نے اپنی "حریف سی آئی اے" پر سراغرسانی کے میدان میں اپنی فنی مہارت اور برتری ثابت کرنے کے لئے استعمال کیا۔ عام حالات میں انکے درمیان یہ سرد جنگ چلتی ہی رہتی تھی۔ حسب معمول تصاویر کو مواصلاتی اسٹیشن کے روسی انجینئر کیمولوف نے چیکوسلواکیہ ارسال کیا۔ وہاں سے تصاویر ایران ہوتی ہوئی یروشلم میں "سی آئی اے" کے ایجنٹ کو فراہم کر دی گئیں۔ یوں براہ راست دشمن سے ملنے کی بجائے جو اطلاعات امریکی حکومت کو اپنے ذرائع سے حاصل ہوتی تھیں وہ زیادہ "مصدق" سمجھی جاتی تھیں۔ تقریباً اسی قسم کا بالواسطہ طریق کار سی آئی اے کا بھی تھا۔

اس بار کیمولوف تذبذب میں تھا کیونکہ معاملہ نائب وزیراعظم پر حملے کا تھا۔ وہ ان تصاویر کو چیکوسلواکیہ کے ایجنٹ کو فراہم کرنے سے پہلے روسی حکومت کے اعلیٰ حکام کو مطلع کرنے کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ نہ جانے اس سنگین مسئلے پر سرکاری ردعمل کیا ہو۔ اسے خوف لاحق ہو رہا تھا کہ وہ اس چکر میں عتاب کا نشانہ بن گیا تو اسے کون بچائے گا۔ اور اسکی پریشانی کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ جب وہ تصاویر چیکوسلواکیہ کے ایجنٹ کو دیتا تھا تو اسے معاوضہ بھی قبول کرنا پڑتا تھا۔ مقصد سی آئی اے کو صرف یہ یقین دلانا ہوتا تھا کہ ایک روسی "غدار" پیسے کے لالچ میں سب کچھ کرتا ہے۔ یہ بات "کے جی بی" کے علم میں تھی کہ کیمولوف غدار نہیں تھا لیکن یہ ڈرامہ اسکے فرائض کا ایک ناخوشگوار حصہ بن گیا تھا۔ وہ ساری رقم جوں کی توں اعلیٰ افسران کے سامنے رکھ دیتا تھا۔ اور اسے سرکاری خزانے میں داخل کر دینے کے مترادف شمار کرتا تھا۔ ابتداء میں یہ سب کچھ غداری لگتا تھا اور یہ خلش اسے ہر وقت بے قرار رکھتی تھی کہ کسی روز اچانک وہ اس جرم میں ماخوذ ہو جائے گا لیکن حکام بالا کی یقین دہانی نے بالآخر اسے مطمئن کر دیا تھا کہ جو کچھ وہ کر رہا ہے حکومت کی پالیسی کے عین مطابق ہے اور "غدار" کا پارٹ ادا کرنے سے وہ غدار نہیں بن گیا۔ اسکی حب الوطنی شبہے سے بالاتر ہے۔ اسے تصاویر میں "شارک" کو روسی نائب وزیراعظم کو لے جانے والی آبدوز کے عین اوپر دیکھا تھا اور یہ لمحہ تصویر کی صورت میں نقش ہو گیا تھا۔ معمول پر عمل کرنے سے پہلے اس نے "کے جی بی" کے ایک اعلیٰ افسر کو اپنے خدشات سے آگاہ کیا لیکن اسے پھر یقین دہانی کرائی گئی کہ خطرے کی کوئی بات نہیں۔ وہ تصویر دے کر معاوضہ لے لے۔ گو اسکی چھٹی حس خطرے سے خبردار کرتی رہی لیکن کیمولوف نے مقررہ وقت اور مقام پر چیکوسلواکیہ کے ایجنٹ سے ملاقات کی پیکٹ اس کے حوالے کرتے ہوئے اور رقم وصول کرتے ہوئے اسنے خوف اور احتیاط کی مکمل اداکاری کی۔ جو اسکی زندگی کی سب سے بڑی حماقت تھی۔ غداری کا یہ ڈرامہ حقیقت بن چکا تھا مگر اسے تقدیر کی اس ستم ظریفی کا علم نہ تھا۔

"کے جی بی" کو مواصلاتی سیارہ کے بین الاقوامی نظام کی معرفت جو تصاویر موصول ہوتی رہتی تھیں ان میں بدوؤں کے ایک قافلے کی دو تصویریں بھی تھیں۔ مواصلاتی سیارے کی ارسال کردہ دونوں تصاویر بالکل ایک جیسی لگتی تھیں ایک تصویر پہلے چکر میں لی گئی تھی۔ دوسری بیس منٹ بعد مواصلاتی سیارے کے پھر وہیں سے گزرنے پر۔ فرق اگر تھا تو صرف اتنا کہ ایک میں اونٹ پندرہ تھے لیکن مسافر چودہ۔ دوسری میں مسافر بھی پندرہ ہو گئے تھے۔ پندرہواں مسافر حلیے میں باقی بدوؤں کی طرح تھا۔ مگر تصویر میں اسکی صورت کے نقوش واضح نہ تھے۔ ورنہ وہ ان سے الگ پہچانا جاتا۔ اس قسم کے قافلے صحراؤں کی وسعت میں گزرتے رہتے تھے اور فوجی یا سیاسی نقطۂ نظر سے ان کی کوئی اہمیت نہ تھی۔ وہ منظر کا ایک حصہ ہوتے تھے جو کیمرے کی میکانکی آنکھ دیکھتی تھی۔ کسی وجہ یا مقصد اور ضرورت سے قطع نظر۔ چنانچہ مواصلاتی اسٹیشن پر ان کو دیکھنے والے بھی انہیں نظرانداز کر دیتے تھے۔

جنرل ولیم کو کرنل ڈیل کی حرکت کا علم اس وقت ہوا جب تصاویر تبادلے اور معائنے کے متعدد مرحلوں سے گزر چکی تھیں سی آئی اے نے ابتدائی رپورٹ میں کہا تھا کہ روسی آبدوز نے ایک یا دو بار پندرہ کلومیٹر کی حدود میں مداخلت کی تھی لیکن اوّل تو یہ غیرارادی معلوم ہوتی تھی دوسرے یقین سے کچھ نہیں

کہا جا سکتا تھا کیونکہ آبدوز کی پوزیشن میں چند گز کا فرق مواصلاتی سیارے کی مدد سے یا جہاز سے دیکھنا مشکل کام ہے۔ ساحل کے خط کے ساتھ ساتھ پندرہ کلو میٹر کی سرحد بھی بدلتی تھی اور پانی کی سطح پر نظر نہ آنے والی اس سرحد پر گزوں کا فرق کوئی معنی نہیں رکھتا تھا۔ جنرل ولیم کے لئے یہ رپورٹ سو فیصد درست تھی کیونکہ وہ کرنل ڈیل کی فطرت کو سمجھتا تھا۔ لیکن اسکے ساتھ ہی وہ کرنل ڈیل کے اس جرم کو معاف کرنے پر تیار نہ تھا کیونکہ یہ شرارت کسی بھی کمینے جذبے کی تسکین کرتی ہو مگر اس آبدوز پر روسی نائب وزیر اعظم موجود تھا۔ اور یہ بات کرنل ڈیل کو معلوم تھی ۔ اس نے جانتے بوجھتے وہ حرکت کی جو سیاسی نقطۂ نظر سے انتہائی خطرناک تھی اور جسکے نتائج معاہدہ قبرص کی توسیع کے التواء سے زیادہ سنگین صورتحال پیدا کر سکتے تھے۔ آہستہ آہستہ اس کا غصہ بڑھتا گیا۔ اس نے ابتک کرنل ڈیل کو اسلئے ڈھیل نہیں دی تھی کہ ایڈمرل اسٹیوارٹ کی پشت پناہ تھا۔ وہ اس سے دبنا چاہتا بھی نہیں تھا لیکن وہ غیر ضروری طور پر دبانے کا قائل بھی نہ تھا۔ اب معاملات حد سے بڑھ گئے تھے۔ اس کا کچھ نہ کرنا یقیناً اسکی کمزوری سمجھ لیا جاتا اور ڈیل نے اگر آج "شارک" اپنے حکم سے مسلح کر کے پرواز کے لئے تیار رکھنے کا حکم دیا تھا تو کل کو وہ اپنے طور پر حملے کا حکم بھی دیدیتا۔ امریکی امن فوج کی کمان جنرل ولیم کے پاس تھی اور ڈیل بہر حال اس کا ماتحت تھا۔ اور اسے ان افراد کی قطعی ضرورت نہ تھی جو سیاسی شعور سے اس حد تک بے بہرہ ہوں۔ اسکے فرائض کی نوعیت کا تقاضا یہ تھا کہ وہ بیک وقت سپاہی اور سیاستداں کے ذہن سے کام لے اور وہ تنہا اس مشن میں کامیاب نہیں ہو سکتا تھا۔ ڈیل جیسے لوگ جو فرض شناسی میں حماقت کی حد تک انتہا پسند ہوں اور ذاتی جذبات سے مغلوب ہو جاتے ہوں اس کام کے لئے قطعی ناموزوں تھے۔ کرنل ڈیل نے اسکی منظوری کے بغیر یہ اقدام کر کے فوجی ڈسپلن کے قواعد کی بھی خلاف ورزی کی تھی۔

○ ○

"کیپٹن الزبتھ آدم" اس نے انٹرکام کا بٹن دبا کر کہا۔ "مواصلاتی سیارے کی ٹیلی فون لائن کے رابطے اہم فوجی ضرورت کے لئے ریزرو کرا دو۔ کرنل ڈیل کو گارڈ کی نگرانی میں میرے دفتر میں پہنچانے کی ہدایات نوٹ کرو۔ فوراً۔ سارجنٹ رانسن سے کہو کہ وہ کرنل ڈیل کو مزاحمت کی صورت میں گرفتار کر لے۔ اسے یا کسی اور کو اس سلسلے میں پریس کے نمائندوں سے یا کسی غیر متعلقہ فرد سے بات کرنے کی اجازت نہیں۔ تم اسٹاف کار لے کر اسی وقت سارجنٹ کے پاس چلی جاؤ۔ جج سیڈل کو واپسی میں اپنے ہمراہ لے کر آؤ۔"

"یس .... یس سر" کیپٹن الزبتھ نے اپنے کانوں پر یقین نہ کرنے کے باوجود کہا۔ پھر اس نے وہ ٹیلیکس جنرل ولیم کو پڑھ کر سنایا جس میں نائب صدر امریکہ کے روانہ ہونے اور پہنچنے کے وقت کی اطلاع دی گئی تھی۔ پروگرام کے مطابق نائب صدر کو جنرل ولیم کے ہمراہ سڑک کے راستے اقوام متحدہ کے مبصروں کے ہیڈ کوارٹر جانا تھا۔ روس کے نائب وزیر اعظم نکولائی روستوف کے ہمراہ معاہدہ قبرص کی توسیع کی دستاویز پر دستخط کرنے تھے اور واپسی پر اسرائیلی وزیر اعظم کو اپنے ساتھ یروشلم تک لے جانا تھا۔ (اسرائیلی حکومت کی خواہش کے باوجود نائب صدر نے تقریب میں شرکت کے لئے جاتے ہوئے اسرائیلی وزیر اعظم کو ہمراہ لے جانا قبول نہیں کیا تھا۔ اسی طرح روستوف کو واپسی میں عرب نمائندوں کے ساتھ قاہرہ جانا تھا۔ دونوں بڑی طاقتوں نے بالواسطہ طور پر یہ واضح کر دیا تھا کہ توسیع سو فیصد ان کے اختیار کی بات ہے)

اسرائیلی کیپٹن رابن نے جنرل ولیم کو بڑی عجلت میں اسٹاف کار کی بجائے جیپ میں پوری وردی پہن کر جاتے دیکھا تو اسے تھوڑا سا تعجب ہوا۔ ولیم ہنگامی حالات میں بھی پر سکون رہنے والا آدمی تھا۔ قواعد و ضوابط کی رسمی پابندی سے زیادہ کارکردگی کے نتائج کو اہمیت دینے والا۔ ہر وقت مستعد۔ ہر لمحہ چوکس مگر بظاہر بے نیاز نظر آنے والا۔ رابن کو یقین تھا کہ وہ اگر جنرل نہ ہوتا تو اسی عمر میں اتنی ہی آسانی سے سینیٹ کا رکن بھی منتخب ہو سکتا تھا۔ اپنے عشق کو رابن نے فوجی ڈسپلن کی طرح قبول کیا تھا۔ اسباب و نتائج کی پرواہ کئے بغیر۔ جواز کی جستجو کئے بغیر۔ آرڈر از آرڈر۔ عشق از عشق کیوں اور کیسے کا کوئی سوال نہیں۔ یہ سوچنا سپاہی کا کام بھی نہیں۔ آتش نمرود میں کودنے والوں کا کام بھی نہیں۔ الزبتھ آدم کیا سمجھتی ہے۔ بساط سیاست کے شاطر کیا کہتے ہیں۔ ہے انتظار ملامت میں ناصحوں کا ہجوم۔ حاکم شہر بھی مجمع عام بھی۔ پھر تہمت عشق پر ندامت کیسی۔

کھڑکی سے باہر اس نے "الشوط" کے خستہ حال خاک بسر قصبے کو دیکھا جسے امریکی امن فوج کی لمبی لمبی اسٹاف کاروں، ایرکنڈیشنڈ بیرکوں اور ڈالروں کی فراوانی نے کسی فلم کے سیٹ کی طرح وقتی طور پر بیسویں صدی کا خوشحال قصبہ بنا دیا تھا جسے بالآخر اپنی صدیوں پرانی اصل صورت میں آ جانا تھا۔ اسے یہ سب کسی فلم کی شوٹنگ کی طرح لگتا تھا۔ جیسے وہ سب کسی فلم یونٹ کا حصہ ہیں۔ ان سب

کا حالات کے اتفاق سے یکجا ہو جانا۔ ان کی ملاقاتیں۔ محبتیں اور رقابتیں۔ قربتیں اور فاصلے۔ جنگ بندی کا وقتی ہنگامہ۔" وعدہ تو کیا تھا اس نے۔" رابن نے بے وجہ طاری ہونے والی قنوطیت سے سوچا۔ پر رات کو تو ابھی دن کے اجالے میں صرف ـــــ تصور کیا جا سکتا ہے۔ تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔" اس کے علم میں کوئی ایسی بات نہ تھی جو خلاف معمول ہو۔ سوائے ولیم کی یوں روانگی کے جس کا مطلب نکالنا مشکل تھا۔ اس کے لئے کوشش کرنا بھی بے سود تھا۔ وہ صرف ولیم تو نہیں تھا۔ جنرل بھی تھا۔ انتظار کرنا بھی آسان نہ تھا لیکن ناگزیر تھا اور صرف اسی کا مقدر تھا۔ وہ مقدر جس پر اسے ناز تھا۔ جس پر ازبتھ آدم رشک کرتی تھی۔ ٹیلی فون کی گھنٹی اچانک بجنے لگی۔" میں کیپٹن رابن بول رہی ہوں۔" ۳۱ نے کہا۔

"رابن۔" جواب میں اس نے ایک مانوس آواز سنی۔" میں بریگیڈیر جنرل زوڈوک ہوں ـــــ مجھے اطلاع ملی ہے کہ الوموسے گروپ کے فدائین کا ایک قافلہ لیلے اجیل کی قیادت میں اردن کی سمت سے سینائی میں داخل ہوا ہے۔" رابن کی سمجھ میں نہ آیا کہ اس اطلاع سے اس کا کیا تعلق ہے اور جنرل زوڈوک کے ٹیلی فون کرنے کا مقصد کیا ہے۔" یس... یس سر۔" اس نے سوچتے ہوئے کہا۔" کیا .... یہ بات ولیم... میرا مطلب ہے جنرل ولیم کے علم میں لائی ہے؟"

"ایڈیٹ...!" زوڈوک نے کہا۔" وہ ذرا گئے تم سے پوچھے گا کہ تمہیں کس نے بتایا...؟ اور کیا یہ بات اسے معلوم نہیں ہو گی پہلے سے۔ تم اسے کیا سمجھتی ہو۔ وہ اتنا بے خبر رہتا ہے۔ کوئی عام آدمی ہے وہ؟"

"میرا خیال ہے سر میں اسے آپ سے بہتر سمجھتی ہوں۔"

رابن کے منہ سے یہ بات اچانک نکل گئی۔ پھر اسے اپنی غلطی کا احساس زوڈوک کی خاموشی سے ہوا۔ بات ذو معنی ہو گئی تھی۔ کہنا وہ یہ چاہتی تھی کہ آپ سے بہتر طور پر۔ لیکن اسے صفائی کا موقع نہ ملا۔" مجھے معلوم ہے۔" زوڈوک نے سخت لہجے میں کہا۔ "اور مجھے ہی نہیں یہ بات سب کو معلوم ہے۔ لیکن کیپٹن۔ میں اس بات کو پسند نہیں کرتا۔ تمہیں اپنی حیثیت اور اپنے مقام کا خیال رکھنا چاہئے۔"

"میرا خیال تھا یہ میرا ذاتی معاملہ ہے۔ اور ہمیں امریکی نمائندوں سے دوستانہ تعلقات رکھنے کی ہدایت ہے۔"

"تمہارا خیال غلط تھا۔ ذاتی معاملات میں بین الاقوامی سیاست نہیں آتی۔ اور دوستانہ تعلقات کا مطلب ناجائز تعلقات نکال کر بھی تم نے نادانی کا ثبوت دیا ہے۔" بریگیڈیر جنرل نے خفگی سے کہا۔" جنرل ولیم وہی کرے گا جو امریکی حکومت چاہے گی۔ اگر ان کی پالیسی بدل گئی تو ولیم بھی بدل جائے گا۔"

"آخر امریکی پالیسی کیوں بدلے گی۔ وہ ہمارے دوست ہیں۔" رابن نے دبے دبے الفاظ میں کہا۔

"ایڈیٹ۔" زوڈوک نے پھر عادتاً کہا۔" دوست تو وہ ویتنام کے بھی تھے۔ کیوں نکل گئے اپنا منہ لپیٹ کر وہاں سے ـــ چیانگ کائی شک کے بھی تھے۔ کیوں لاوارث چھوڑ دیا انہوں نے فارموسا کو۔ اپنی ذات کو ان سے اہم مت سمجھو۔ تم صرف ایک عورت ہو اور کسی جنرل کے لئے کوئی عورت ریوالور کی ایک گولی سے زیادہ اہم نہیں ہوتی۔ اور میگزین میں چھ گولیاں ہوں یا نو۔ جتنی نکل جائیں پھر بھر جاتی ہیں۔ سنا؟" رابن کے دل میں زوڈوک کی ہر بات ریوالور کی گولی کی طرح پیوست ہو گئی۔ وہ ریسیور تھامے کھڑی رہی کیونکہ یہ ملٹری ڈسپلن کا تقاضا تھا۔ فائرنگ اسکواڈ کے سامنے بھی اٹین شن۔ کیا ہے عشق کی غارتگری نے شرمندہ۔ سوائے حسرت تعمیر دل میں خاک نہیں۔" دیکھو رابن۔" زوڈوک نے غالباً اپنے سخت الفاظ کی تلافی کے لئے ہمدردانہ رویہ اختیار کیا۔" جو لوگ خاموش بیٹھے ہیں سب تماشائی ہیں۔ ان میں اخبار والے بھی ہیں جو تمہارے اور ولیم کے نام کی ایک ہی سنسنی خیز سرخی بنا سکتے ہیں۔ پھر یہ تمہارا ذاتی معاملہ نہیں رہے گا۔ اور تم کیا توقع رکھتی ہو۔ ولیم کوئی ایڈورڈ ہشتم ہے جو تمہارے لئے اپنے فرض کو اور اپنے مستقبل کو قربان کرے گا۔ وہ تردید کرے گا اور تم جانتی ہو....." ہاں۔ رابن جانتی تھی کہ اس کے بعد کیا ہو گا۔ اسے واپس طلب کر لیا جائے گا۔ شاید فرائض سے غفلت ـــ اپنی یا حکومت کی بدنامی کی بجائے اس پر کوئی دوسرا الزام لگا دیا جائے گا۔ مہینے دو مہینے بعد... جب کسی کو کچھ یاد نہ رہے گا۔ اسے سبکدوش کر دیا جائے گا۔ غبن یا جاسوسی یا نااہلی کے الزام میں اس کا کورٹ مارشل ہو گا جس کے خلاف کہیں اپیل نہ ہو گی۔ شاید زوڈوک ہی کورٹ مارشل کا چیئرمین ہو یا استغاثہ کا معتبر گواہ۔ کیا واقعی ولیم تردید کرے گا۔ شاید زوڈوک نے ٹھیک کہا۔ ایک کیپٹن کے لئے۔ ایک عورت کے لئے۔ محبت کا اقرار تقصیر سے زیادہ حسرت تعمیر ہے۔ مستقبل کا خواب ہے۔ مگر ایک جنرل کے لئے نہیں۔

oooo

جنرل ولیم۔ کمانڈر یو ایس ملٹری فورس۔ یو این پیس مشن ـــ اپنے دفتر میں سنجیدہ بیٹھا تھا۔ اس کے ذہن میں رابن کا خیال کہیں نہ تھا کیونکہ اس کے سامنے کرنل ڈیل ٹراسک بھی اتنا ہی سنجیدہ کھڑا تھا۔ اپنی بات پر قائم کہ اسے آبدوز پر روسی نائب وزیراعظم کی موجودگی کے بارے میں قطعی علم نہ تھا۔ اور وہ آبدوز امریکی سمندری

علاقے میں مداخلت کی مرتکب ہوئی تھی۔ لیکن ولیم کو حقیقت سے زیادہ دم بدم بگڑتی ہوئی سیاسی صورتحال کا احساس تھا۔ یہ احساس تھا کہ جن کے ہاتھوں میں قیادت ہے وہ نائب وزیراعظم کا کورٹ مارشل نہیں کر سکتے۔ لیکن کرنل ڈیل یا جنرل ولیم کو بے قصور ہونے کے باوجود سزا دینے پر مجبور ہو سکتے ہیں۔ مجرم وہ بھی جس نے جرم کیا اور وہ بھی جس کی نااہلی کے سبب ایک ماتحت نے اتنے سنگین جرم کا ارتکاب کیا۔ وہ ڈیل کا بیان سن چکا تھا اس کے خلاف الزامات سن چکا تھا اور ثبوت دیکھ چکا تھا۔ "کرنل" ولیم نے ساری بات پر غور کرنے کے بعد کہا: "میں نے او ہ ج.... کرنل سیڈل نے ٹیپ دیکھے ہیں۔ آبدوز بین اس خط پر تھی جہاں ہماری سمندری حدود ختم ہوتی تھی۔ اس کے اندر نہیں۔ کل نائب صدر یہ فلم ٹیپ دیکھنے کے بعد مجھ سے جواب طلبی کریں گے۔ اور میرے پاس کوئی جواز نہیں جو میرے جواب کی بنیاد بن سکے۔"

"میں نے صرف اپنا فرض ادا کیا ہے۔" کرنل ڈیل نے کہا۔

"تم نے صرف حماقت کی ہے۔ یہاں فرائض کی نوعیت سیاسی ہے۔ اور یہ اتنی بڑی سیاسی غلطی بن گئی ہے کہ تمہیں معاف نہیں کیا جا سکتا۔ تمہیں اپنی صفائی میں مزید کچھ کہنا ہے۔" جنرل ولیم نے سو فیصد خشک لہجے میں رسمی طور پر مگر پورے اعتماد کے ساتھ کہا۔

"یہ سوال عدالت میں کسی مجرم سے کیا جا سکتا ہے۔" کرنل ڈیل نے خودسری سے کہا۔

"شٹ اپ۔" جنرل ولیم نے میز پر ہاتھ مارا۔ "میں ابھی اسی وقت تمہارا کورٹ مارشل کرنے کا مجاز ہوں۔ یہ تم جانتے ہو — بغاوت کی فرد جرم کے ساتھ تمہیں ابھی اسی وقت والیس ایسال میں کر سکتا ہوں۔ ایڈمرل اسٹیوارٹ کو۔ کس نے اختیار دیا تھا تمہیں چار شکن جہازوں کو مسلح پرواز کے لئے تیار رکھنے کا حکم دینے کا۔ کمانڈر میں ہوں کرنل ڈیل۔ کیا تم نے مجھ سے اجازت لی تھی۔ مجھے مطلع کیا تھا؟" اسکی آواز بلند ہوتی گئی۔ کیپٹن الزبتھ آدم نے اسے یوں گرجتے نہیں سنا تھا۔ اتنے طیش میں نہیں دیکھا تھا۔ لیکن اسکے پیچھے کھڑا ہوا ولیم کا ڈرائیور۔ باڈی گارڈ سیاہ فام سارجنٹ رابنسن جانتا تھا کہ جنرل کتنا بڑا آتش فشاں ہوتا ہے۔ خواہ وہ ولیم کی طرح سرد اور بے ضرر ہی کیوں نہ نظر آتا ہو۔ خود کرنل ڈیل کا حوصلہ اچانک جواب دے گیا تھا اور اس کے لئے اپنے آپ سے بھی یہ اعتراف کرنا مشکل ہو گیا تھا کہ اس نے ایک بچکانہ شرارت سے چند لمحوں کی ذاتی مسرت کے بدلے یہ ذلت مول لے لی ہے جسکی کوئی انتہا نہیں۔ "تاحکم ثانی تم کوئی پرواز نہیں کرو گے۔ کسی پرواز کا حکم نہیں دو گے اور میری منظوری کے بغیر کچھ نہیں کرو گے۔ تمہاری نقل و حرکت ملٹری ایرکمانڈ تک محدود ہو گی خلاف ورزی پر تمہاری گرفتاری اور پھر کورٹ مارشل سے معزولی یا برطرفی یقینی ہے۔ فی الحال میں تمہیں سزا نہیں دے رہا ہوں۔ از ویٹ کلیئر کرنل؟"

"یس سر۔" ڈیل نے کہا۔ تو اسے ابتک یقین آیا تھا کہ اس نے جو کچھ سنا درست ہے۔ "ڈسمس۔" جنرل ولیم نے کہا۔ کرنل ڈیل نے سارجنٹ رابنسن کو اٹن شن اور اباوٹ ٹرن کہتے سنا۔ سیلوٹ کیا اور مارچ کرتا باہر نکل گیا۔ اسے اپنا انجام نظر آ رہا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ نائب صدر بیلی فوجی اقتدار کا کتنا بڑا مخالف ہے۔ وہ کسی کرنل کو روسی نائب وزیراعظم سے آنکھ ملا کر بات کرنے پر برطرف کر سکتا تھا۔ اس کا جرم تو اس سے کہیں زیادہ سنگین تھا۔ بن گیا تھا یا بنا دیا گیا تھا۔

"سارجنٹ رابنسن نے ڈیل کی مزاحمت کے جواب میں طاقت استعمال کر کے زیادتی نہیں کی؟" کرنل سیڈل نے سب کے رخصت ہو جانے کے بعد کافی پیتے ہوئے کہا۔ "اسکی جگہ کوئی سفید فام سارجنٹ ہوتا تو وہ بھی یہی کرتا۔ یہ میرا حکم تھا۔" جنرل ولیم نے بات سمجھتے ہوئے کہا۔ "وہ تعمیل کرنا بھی جانتا ہے۔ اور عقل کو استعمال کرنا بھی۔ یہاں کرنل کے سر میں بھرے ہوئے بھوسے کی نسبت سارجنٹ کا مغز میرے لئے قابل ترجیح ہے۔ مگر ڈیل کو سزا دینا اعتراف جرم بن جاتا اور میں کمانڈ کی بدنامی نہیں چاہتا۔ میں نے اسی لئے فیصلہ نائب صدر پر چھوڑا۔"

"مگر یہ آخری فیصلہ تو نہیں۔ نائب صدر کے فیصلے کو صدر کی تائید حاصل ہو گی۔ اور تم جانتے ہو فیصلہ کیا ہو گا۔" سیڈل نے کہا۔

"تم میری جگہ ہوتے تو کیا کرتے۔ فیصلہ عقل کے تقاضوں کے مطابق کرتے۔ سیاسی مصلحت کو دیکھتے یا ذاتی نفع نقصان کو؟" جنرل ولیم نے کہا۔

"معلوم نہیں۔ لیکن مجھے تمہارا مستقبل بھی غیر محفوظ نظر آتا ہے۔ بدنامی تو ہو چکی۔ تمہیں کرنل ڈیل کو سزا دینی پڑے گی۔"

"مجھے معلوم ہے ڈیل کی غلطی میرے نامۂ اعمال میں بھی لکھی جائے گی۔ غلطی کمانڈ کی کہلائے گی۔ فیصلہ کمانڈر کو بدلنے کے مطالبے پر ہو گا۔ لیکن میں دنیا کے امن کے مستقبل پر اپنے مستقبل کو ترجیح دیتے ہوئے وہ فیصلہ نہیں کر سکتا جسے میرا ذہن قبول نہ کرے۔ میں کمانڈ کا محافظ بھی ہوں۔"

"جانتے ہو اس کا نتیجہ کیا ہو گا۔ تم پس و پیش کرو گے تو

نائب صدر خود کرنل ڈیل کو واپس ارسال کر دے گا اور تم سے بدظن ہوا تو تمہیں بھی — صدر اسکے اور روسیوں کے سامنے مجبور ہو گا۔ اور واپسی پر ایڈمرل اسٹیورٹ جوائنٹ چیف آف اسٹاف بھی تمہیں ریٹائر کر دے گا۔ حالانکہ تم ابھی نوجوان ہو۔ تمہارا مستقبل اتنا روشن ہے کہ تم ہی کو ایڈمرل اسٹیوارٹ کی جگہ لینی ہے" سیڈل نے کہا۔

♥♥♥♥♥

الور کو امریکی نائب صدر کی آمد کے صحیح وقت کا علم نہیں تھا اور کامیابی کا انحصار اندازے کی درستی پر تھا۔ چوبیس گھنٹے میں انہیں — اسی کلومیٹر کا فاصلہ طے کر کے عین اس مقام پر مورچہ سنبھالنا تھا جو امریکی اور غیر فوجی علاقے کے درمیان واقع تھا اور جہاں سے امریکی نائب صدر کا گذرنا طے تھا۔ اس کے ہمراہ غیر تربیت یافتہ کمانڈو تھے۔ فدائین۔ جو غیر منظم اور ناتجربہ کار ہونے کے باوجود ایک بہت بڑی خوبی کے مالک تھے۔ وہ مرنا جانتے تھے۔ "ان دو پہاڑیوں کے پیچھے فاران کی وادی سے بیس فدائین وہاں ہم سے آملیں گے" لیلے نے کہا۔

"تمہارا مقابلہ سویڈن کے دستے سے ہو گا جو مبصروں کے ہیڈکوارٹر کی حفاظت پر مامور ہے۔ وہ غیر مسلح نہیں ہوتے" الور نے کہا۔

"وہ اپنے پاس معمولی اسلحہ رکھتے ہیں۔ اور تعداد بھی بہت کم ہے ان کی۔ البتہ ان کی حفاظت کے لئے اگر امریکی یا روسی غیر فوجی علاقے میں مداخلت کرنے پر اتر آئے تو —" لیلے نے جملہ نامکمل چھوڑ دیا۔

الور کے اندازے کے مطابق سب سے پہلے پہنچنے والا شخص امریکی نائب صدر ہی ہو گا۔ روسی معمول کے مطابق عین وقت پر آئیں گے۔ نہ ایک سیکنڈ پہلے نہ ایک سیکنڈ بعد۔ ان کے آنے تک نائب صدر امریکہ پر قاتلانہ حملہ کامیاب ہو جانا چاہئے۔ اور انہیں اتنا وقت ملنا چاہئے کہ وہ غائب ہو سکیں۔ سارا مسئلہ وقت کا تھا۔ لیکن بیس فدائین کا اضافہ بیس اونٹوں کے بغیر بے مقصد تھا۔ وہ لاکھ صحرا میں پیدل سفر کرنے کے عادی سہی دیر سے پہنچے تو بے کار ہے۔ اور پندرہ اونٹ جو اب ان کے پاس تھے پینتیس افراد کو نہیں لے جا سکتے تھے۔ "کیا سوچ رہے ہو" لیلے جمیل نے جیسے اسکے خیالات کو پڑھ لیا۔

"یہ کر اجلاس کل شام چھ بجے ہے۔ تم نے یہ بھی سوچا ہے کہ اونٹوں کے بغیر یہ بیس آدمی وقت پر دستیاب کیسے ہوں گے" وہ بھنا کر بولا۔ اس سازوسامان اور قوت کے ساتھ مجھے یہ خودکشی کا منصوبہ نظر آتا ہے"

"اللہ ہمارا معاون و مددگار ہے۔ کوہ سینا کے دامن میں سینٹ کیتھرین کی خانقاہ ہے۔ اردگرد کے علاقے میں بھیڑ بکریاں پالنے والے بستے ہیں۔ اور چرواہے سب اونٹوں پر نگرانی کرتے ہیں۔ ان کے اونٹ دن بھر بیٹھے جگالی کرتے رہتے ہیں اور خود چرواہے درختوں کی چھاؤں میں سوتے رہتے ہیں۔ وہاں سے ہم جتنے اونٹ چاہیں پکڑ سکتے ہیں"

الور نے اطمینان کا سانس لیا اور مسکرایا "صحرا کی گرمی کے باوجود تمہارا دماغ ٹھنڈا رہتا ہے۔ یہ بڑی خوبی کی بات ہے۔ وہ دونوں تپتی دھوپ میں ریگ صحرا کے سلگتے ذرات کے اوپر اور جلتے آسمان کے نیچے سفر کرتے رہے۔ الور نے دوربین اٹھا کر آنکھوں سے لگائی اور سرابوں کے پرے افق کی مٹیالی لکیر کو دیکھنے لگا۔ مغرب میں نخلستان کا سبز رنگ جھلملا رہا تھا۔ ایک پٹی سی جس میں کھجور کے درختوں کے جھنڈ زیادہ نمایاں تھے۔ چھوٹے بڑے۔ قوس کی شکل میں جھکے ہوئے۔ قریب پہنچنے پر بھی اسے نخلستان کی ویران شادابی میں کسی آبادی کے آثار دکھائی نہیں دیئے۔ پھر اچانک ایک غیر آباد بے آب و گیاہ چٹان کے عقب سے جیسے بیس انسانی ہیولے اگنے لگے۔ وہ سب رفتہ رفتہ کھڑے ہو گئے اور الور نے دیکھا کہ سرتاپا کپڑوں کے غلاف میں چھپے ہوئے انسانوں کی صرف آنکھیں اور آٹومیٹک رائفلوں کے دہانے ان پر مرتکز ہیں۔ لیلے کے ایک اشارے پر رائفلیں کندھوں پر پہنچ گئیں۔ "عبداللہ" لیلے نے ایک شخص کو مخاطب کیا "خانقاہ کے علاقے میں کتنے بدو مویشی چرا رہے ہیں" "اس وقت تو معلوم نہیں" عبداللہ نے جواب دیا "عموماً پندرہ بیس ہوتے ہیں" لیلے نے الور کی طرف دیکھا۔ الور نے سر ہلا کر اطمینان کا اظہار کیا۔ الور نے دوربین کی مدد سے خانقاہ کے فاصلے کا اندازہ پانچ سے دس کلومیٹر کے درمیان لگایا۔

سورج آسمان کو تانبے کی طرح دہکتا چھوڑ کر غبار میں روپوش ہو رہا تھا۔ پھر آسمان نے رنگ بدلا اور شفق کی سرخی ریت کے ذروں میں بھی جھلکنے لگی۔ جب وہ خانقاہ پہنچے تو قرمزی رنگ پر سیاہی غالب آ رہی تھی۔ اور مویشی چرانے والے اونٹوں پر سوار بھیڑ بکریوں کو سمیٹ رہے تھے۔ ان کی آوازیں پہاڑوں میں گونج رہی تھیں اور فادر اوناسس نے ابھی اپنا دروازہ کھولا تھا کہ پہلا فائر ہوا۔ پھر دوسرا۔ ایک چیخ سنائی دی اور لوں کہ فادر اوناسس کے کانپتے ہاتھوں سے پانی کا پیالہ گر گیا۔ بھیڑ بکریوں کے ممیانے اور اور وقفے وقفے سے ہونے والے فائروں

کے دوران سنائی دینے والی انسانی چیخوں کا یہ تجربہ کسی بھیانک
خواب کی طرح تھا۔ فادر اڈناسس کو خانقاہ میں آئے نصف
صدی بیت چکی تھی مگر موت کی ایسی فریاد و فغاں اس نے کبھی
نہ سنی تھی۔ غالباً یوم حساب آپہنچا۔ سزا و جزا کی آخری گھڑی
آگئی۔ یہ شور محشر اگر نہیں تو کیا ہے۔ اس نے کانپتے ہاتھوں
سے لوٹے ہوئے پیالے کے ٹکڑے اٹھائے اور باہر جھانکنے کے

لئے دروازہ کھولا۔ مگر دروازے کے ادھر موت تھی جس کے اگلے
لمحے فادر اڈناسس کو اپنی تاریک آغوش میں لے لیا۔ کوئی چیز اس کے
سر پر پڑی اور خون خانقاہ کی پتھر سے بنی ہوئی سیڑھیوں سے نیچے
اترنے لگا۔

⊙⊙⊙⊙

نائب صدر کے حفاظتی عملے کے نگران کرنل کراموبل کے لئے
دنیا کا امن کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ اسے صرف ایک آدمی کی حفاظت
کا فرض سونپا گیا تھا اور وہ برسوں سے کارکردگی کے اعلیٰ ترین معیار
پر پورا اترتا چلا آیا تھا مگر اب اس کے دلائل، سابقہ تجربات کے
حوالے اور غیر متوقع حادثات کے امکانات کا ذکر سب بے کار
ثابت ہو رہے تھے۔ بیلی اپنے ہمراہ مختصر ترین حفاظتی عملہ لے جانے
پر مصر تھا۔ "روستوف اگر اپنے ساتھ ایک ڈویژن فوج اور بکتر بند
گاڑیاں لے کر آتا ہے تو آئے۔ میں ذاتی عملے میں صرف دو محافظ
شامل کرسکتا ہوں۔ ان میں سے ایک ڈرائیور ہوگا۔ دوسرا میرا
ملٹری سیکریٹری۔ میں وہاں امریکی فوجی قوت کے مظاہرے کے
لئے نہیں جارہا ہوں۔" بیلی نے کہا۔
"لیکن سر۔ دستور کے مطابق اگر آگے۔ پیچھے موٹر سائیکلوں
پر محافظ چلیں تو کیا نقصان ہے؟"
"کوئی نقصان نہیں۔ یہ دستور نمائشی ہوتا ہے۔ شہر دں
میں تو ایسے جلوس دیکھنے والوں کو یقیناً اچھے لگتے ہوں گے۔
مگر صحرائے سینائی میں اس شان و شوکت کا مظاہرہ دیکھنے والے
کہاں ہیں۔ اس کے علاوہ جنرل ولیم وہاں جو فوج لئے بیٹھا
ہے کیا وہ کافی نہیں۔" بیلی نے کہا۔ "وہ خانہ بدوش بدو جنکے
پاس خنجر سے زیادہ کچھ نہیں ہوتا کھجور کھانے والے اور ستو پینے
والے۔ سیدھے سادے غریب لوگ۔ وہ مجھے کیا نقصان
پہنچا سکتے ہیں۔ اور کیوں۔ ضرورت کیا ہے انہیں؟"
"وہ ہمیں اسرائیل کا حامی اور اپنا دشمن سمجھتے ہیں سر۔" کرنل
کراموبل نے کہا۔
"یہ غلطی کس کی ہے۔ میری یا ان کی جنہوں نے فوجی مداخلت
سے اس تاثر کو جنم دیا۔ جو ان کی سرزمین پر قابض بیٹھے ہیں

تم یہ چاہتے ہو کہ میں دوستی کے معاہدے کی تجدید کے لئے
بھی دشمنوں کی طرح پہنچوں۔ مسلح محافظوں کی پناہ میں؟ نہیں
میں لڑنے والوں کے درمیان صلح کرانے جارہا ہوں۔ لڑانے
والوں کا نمائندہ بن کر نہیں۔ میں دوستی کرانے جارہا ہوں تو دوست
بن کر جاؤں گا۔" بیلی نے کہا۔ "اس پر مزید بحث کی ضرورت نہیں۔"
سیاہ فام کرنل کراموبل جانتا تھا کہ بیلی فوجی قوت میں اضافے

اور استعمال کی مخالفت کرتے کرتے فوج کا مخالف ہوگیا ہے۔ وہ ان
لوگوں میں نہیں تھا جو سمجھتے ہوں کہ فوج کے بغیر دنیا میں کوئی ملک
امن سے رہ سکتا ہے یا اپنا دفاع کرنے کی صلاحیت رکھے بغیر اپنا
وجود برقرار رکھا جاسکتا ہے۔ چنانچہ ذاتی طور پر وہ نائب صدر کے
مخالفوں میں تھا لیکن اس نے ذاتی جذبات کو فرض سے ہمیشہ
الگ رکھا تھا۔ لیکن نائب صدر کی بات نے اسے خاموش رہنے پر
مجبور کردیا۔ اسی وقت صدر کے پریس سکریٹری نے ایک لفافہ
نائب صدر کی خدمت میں پیش کیا۔ اس میں کرنل ڈیل کے نائب
وزیراعظم روس پر حملے کی تفصیلات تھیں۔ "میرے خیال میں اب
توسیع کی تقریب منعقد ہونے کے امکانات ختم ہوگئے ہیں۔"
نائب صدر نے تلخی سے کہا اور مراسلہ کراموبل کو دیدیا۔ "ایسی کوئی بات
نہیں سر۔ معاہدے کی خلاف ورزی روسی آبدوز نے کی تھی۔"
پریس سیکریٹری نے کہا۔ "احتجاج کا حق ہمیں پہنچتا ہے۔"
"احتجاج کا مطلب یہ نہیں کہ ایک پاگل کا بچہ۔ ایک
معمولی کرنل۔ جہاز لے کر نائب وزیراعظم پر حملہ کردے۔ کیا پہلے سرکاری
سطح پر اسی طرح ہوتے آئے ہیں احتجاج۔ کیا ہر کرنل اتنا خود مختار ہے
کہ وزارت خارجہ سے یا صدر سے مشورہ کئے بغیر احتجاج کا یہ وحشیانہ
طریقہ اختیار کرسکے۔ کس نے دیا تھا اسے سیاست میں مداخلت کا
حق۔ کیا وہ اس کا ذاتی جہاز تھا۔ ذاتی سمندر تھا۔" بیلی نے غصے
سے بے قابو ہوکر گرجتے ہوئے کہا۔ "اس کا کام اطلاع دینا اور حکم کا
انتظار کرنا تھا۔ کیونکہ دنیا کے امن کے ذمہ دار ہم ہیں۔ وہ صرف
ہمارے حکم پر گولی چلانے کی تنخواہ لینے والا۔ ہمارا ملازم ہے۔"
"جناب صدر کے خیال میں یہ معمولی واقعہ ہے۔" پریس سیکریٹری
نے دبے دبے الفاظ میں کہا۔
"معاہدے کی تجدید کے لئے میں جارہا ہوں۔ جناب صدر
نہیں۔ ان کے نقطۂ نظر سے دنیا کا تباہ ہوجانا بھی معمولی واقعہ
ہوسکتا ہے۔" بیلی نے کہا۔ "نہ میں ان کا نقطۂ نظر اپنانے کا پابند
ہوں نہ انہیں اپنا ہم خیال بنانے کا۔ تھینک یو۔" وہ کراموبل اور
پریس سکریٹری کو گم سم چھوڑ کر نکل گیا۔

⊙

وھائٹ ہاؤس میں صدر کا حفاظتی عملہ صدر کو پام اسپرنگ پہنچانے کے انتظامات کو آخری شکل دے رہا تھا۔ صدر کے پائلٹ کرنل ڈریٹن کو معلوم ہوا تھا کہ صدر کل صبح اینڈریو کے ہوائی اڈے سے روانہ ہوں گے تو ان کے ہمراہ گنے چنے افراد ہوں گے سکریٹری ڈیفنس الیس۔ دو باڈی گارڈ۔ اور پرسنل سکریٹری ہیلن۔ اسے اپنے معمولی بڑھے ہوئے بلڈ پریشر کے سلسلے میں صدر کے ذاتی معالج سے ملنا تھا مگر ڈاکٹر نے اسے فون پر بتا دیا کہ فوری طور پر خطرے کی کوئی بھی بات نہیں اور معائنہ واپسی پر بھی ہو سکتا ہے تو اس نے ملاقات کا ارادہ ترک کر دیا۔ اسکی آواز دو دن سے بیٹھی ہوئی تھی اور سینے میں معمولی سی جلن تھی مگر اس نے ڈاکٹر سے تذکرہ نہ کرنا ہی مناسب سمجھا۔ صدر کے جہاز میں اس کے ساتھ اب تک جو دوسرا پائلٹ رہتا تھا وہ اب نائب صدر کو لے جا رہا تھا چنانچہ اسکی جگہ ایک نیا تجربہ کار پائلٹ آگیا تھا۔ ایئر فورس کے اعلیٰ ترین معیار پر پورا اترنے والا۔ ڈریٹن نے پرواز کے دوران اسے زیادہ سے زیادہ موقع دینے کا فیصلہ کیا۔ یوں وہ اسکی صلاحیت سے بھی آشنا ہو جائے گا اور نئے پائلٹ کی وہ گھبراہٹ بھی ختم ہو جائے گی جو پہلی بار صدر امریکہ جیسی اہم شخصیت کو ہمراہ لے جانے کے خیال سے ہوتی ہے۔ ڈریٹن گالف کا بڑا اچھا کھلاڑی تھا اور صدر کا بہترین مدمقابل ثابت ہوتا تھا۔ پام اسپرنگ میں گالف کے میدانوں کا تصور کر کے اسے بڑی مسرت ہوئی۔ لیکن ڈریٹن کو معلوم نہ تھا کہ اس کے دل نے اس کے خلاف سازش کر لی تھی۔ وہ دل جس پر ہمیشہ بھروسہ کرتا آیا تھا دغا دینے پر آمادہ تھا۔ اس نے وھائٹ ہاؤس کے پریس سکریٹری سے بڑی عجلت میں روسی آبدوز کے ساتھ پیش آنے والے ناخوشگوار واقعے کی خبر سنی اور حیرت زدہ کھڑا رہا۔

روسی آبدوز اسکندریہ کی بندرگاہ پر لنگر انداز تھی مگر نائب وزیر اعظم نے مصری فضائیہ کے ایک دستے گارڈ آف آنر کی سلامی لینے کے لئے عرشے پر آنے سے انکار کر دیا تھا۔ وہ جنرل ولیم کے پیغام پر چراغ پا تھا۔ "ہم اس وقت بین الاقوامی سمندر میں تھے۔ جب ہم پر حملہ ہوا۔ جنرل الولوف۔ وہ الو کا پٹھا کون ہوتا ہے معذرت کرنے والا۔ ؟۔ یہ وزارت خارجہ کا کام ہے یا صدر کا۔ اسے تو مجرم کا کورٹ مارشل کر کے مجھے اطلاع دینی چاہئے تھی۔ لیکن معلوم ہوتا ہے سب اسکی شہہ پر ہوا تھا۔ اب وہ سمجھتا ہے معذرت سے بات ختم ہو سکتی ہے۔"

"وہ ذمہ دار کمانڈر ہے سر۔" جنرل الولوف نے کہا۔ "اگر ہم اسے آپ کے آبدوز کے ذریعے پہنچنے کی اطلاع دیتے تو شاید وہ خود حفاظتی انتظامات کر لیتا۔ ہماری ملاقاتیں ہوتی رہتی ہیں۔ میں اسے جانتا ہوں۔" روستوف نے تعجب سے اپنے جنرل کو دیکھا۔ وہ اپنے منہ سے ایک امریکن جنرل کی غلطی کا جواز پیش کر رہا تھا اور روسی نائب وزیر اعظم کو اپنی توہین کا خود ذمہ دار قرار دے رہا تھا۔ "بھلا یہ جنرل۔ کیا نام ہے اس کا۔ ولیم ٹیٹ وہ اسے ناخوشگوار حادثہ کہتا ہے۔"

"یس سر۔ لیکن وہ میرا جنرل نہیں ہے۔" الولوف نے کہا۔ نائب وزیر اعظم نے الولوف کے لہجے میں تبدیلی کو محسوس کیا اور موضوع بدل دینا مناسب سمجھا۔ ماسکو جا کے وہ جو فیصلہ چاہے کر سکتا ہے۔

"حفاظتی عملے کا نگراں کون ہے؟ سنا ہے کہ وہ بھی اب ووڈکا پر بلیک ہارس کو ترجیح دیتا ہے اور اسے بھی امریکن شراب چڑھتی ہے تو اترتی نہیں۔"

الالوف نے اس کا مطلب سمجھ لیا۔ "اگر آپ اس سے مطمئن نہیں تو یہ ذمہ داری میں قبول کر لیتا ہوں جناب والا۔"

روستوف نے تائید میں سر ہلایا۔ "امریکی مواصلاتی سیارے کی ٹیلی فون لائن پر میری نائب صدر سے گفتگو کا انتظام کرو۔"

"آئی ایم سوری کامریڈ نائب وزیر اعظم۔" الالوف نے کہا۔ "جنرل ولیم نے فوجی ضرورت کے پیش نظر مواصلاتی رابطے کو اپنے استعمال کے لئے روک رکھا ہے۔"

"الالوف۔" نائب وزیر اعظم نے کچھ دیر بعد کہا۔ "کیا تم اتنی معمولی سی بات نہیں سمجھتے کہ وہ خبر کو پھیلنے سے روکنا چاہتا ہے۔ وہ اگر لائن کو نہ روکتا تو پریس کے نمائندے اب تک یہ خبر امریکی اخبارات کو ارسال کر چکے ہوتے۔ اور تم کہتے ہو میں جنرل ولیم کو جانتا ہوں۔" آبدوز کے وائرلیس روم سے ایک نامہ بر نے اسے دور سے سلیوٹ کیا اور مداخلت کی اجازت چاہی۔ اسکے ہاتھ میں ٹیلکس پر روسی حکومت کا پیغام تھا۔ "واشنگٹن سے مذاکرات جاری ہیں — معاہدے کی توسیع کی تقریب معمول کے مطابق ہونی چاہئے —" اسکے حلق کا ذائقہ کڑوا ہو گیا۔ پہلی توہین اس پاگل پائلٹ نے کی تھی — دوسری الالوف نے اسے اپنی غلطی تسلیم کر کے اور تیسری اور آخری توہین اسکی اپنی حکومت نے کی تھی۔ صاف الفاظ میں اسے بتا دیا گیا تھا کہ مشتعل یا جذباتی ہو کر کوئی حماقت کرنے کی ضرورت نہیں۔ توہین کو پی جاؤ۔ اس نے کاغذ کو چرمر کر کے پھینک دیا۔

وہ اندھیرے میں آنکھیں کھولے لیٹی تھی۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ نائب صدر کے پہنچ جانے کے بعد ولیم کے وعدہ وفا کرنے

کی کوئی صورت نہیں رہی اور وہ چاہے گا بھی تو نہ آسکے گا کیونکہ اسے اور بھی کام ہیں زمانے میں محبت کے سوا۔ نائب صدر امریکہ نے اس سے بھی مصافحہ کیا تھا اور اپنی دلکش شخصیت کی دوستانہ مسکراہٹ کے باوجود رابن نے محسوس کیا تھا کہ اسکے رویے میں گرمجوشی کا فقدان ہے۔ استقبال کے لئے آنے والوں میں عربوں کے نمائندے بھی تھے اور امریکی اور روسی کمانڈر بھی۔ وہ خود جنرل زوڈوک کے ساتھ کھڑی تھی۔ بیل کے انداز کی بے گانگی کے باعث اس نے زوڈوک کے چہرے پر مایوسی کا ہلکا سا ابر بادل کے سائے کی طرح گذرتے دیکھا۔ سلوک اس کا ولیم کے ساتھ بھی ایسا ہی تھا کہ نائب صدر امریکہ سے منسوب تمام باتیں اسے صداقت پر مبنی نظر آئیں۔ وہ اگر نفرت نہیں تو فوجیوں کی عزت بھی نہیں کرتا تھا۔ اس کے ساتھ کوئی حفاظتی دستہ نہ تھا اور امریکی گارڈ آف آنر کا معائنہ کرنے کی بجائے وہ سیدھا جیپ میں جا بیٹھا تھا اور جنرل ولیم کے ساتھ روانہ ہو گیا تھا۔

دستک کی مانوس آواز سنکر اس کا دل بڑے زور سے دھڑکا۔ وہ اٹھ کر لائٹ جلائے بغیر بھاگی اور دروازہ کھولا۔ وہ پوری وردی پہنے دروازے کے فریم میں سائے کی طرح کھڑا تھا لیکن اس کے وجود کے گواہ اسکے جسم کے مانوس خطوط تھے اور وہ خوشبو تھی جو اندھیرے میں بھی روشنی کی طرح پھیلتی تھی۔ "تم......" وہ سرگوشی میں بولی۔ "ہاں۔" وہ اندر آکر بولا اور اپنی کیپ اتار کر اسے تھمادی۔ "تمہارا خیال تھا کہ ایک نائب صدر کے آنے سے میں نہ آؤنگا۔" حسب معمول اس نے اندھیرے کو برقرار رکھا اور اسے وردی اتارتے دیکھتی رہی۔ "تمہیں آج نہیں آنا چاہئے تھا۔" وہ ہنسا اور اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اپنے ساتھ لے گیا۔ "تم کس سے خوفزدہ ہو۔ زوڈوک سے یا مجھ سے۔"

"تم سے۔" وہ اس کے سہارے چلتی رہی۔ "صرف تم سے۔"

"مگر میں تو تم سے نہیں ڈرتا۔" وہ اسے چومتے ہوئے بولا۔

"میں...... میں کوئی جنرل تو نہیں ہوں۔" وہ کانپتے ہوئے بولی۔ "میں کیپٹن رابن ہوں۔"

"اچھا۔؟" وہ پھر ہنسا۔ "وردی کدھر ہے تمہاری کیپٹن — میں تو اسلئے نہیں ڈرتا کہ میں جنرل نہیں — ولیم ہوں۔ وردی کے بغیر کیسے معلوم ہوگا کہ کیپٹن کون ہے اور جنرل کون۔ اور پھر اس اندھیرے میں۔"

"لوگ تو دن کے اجالے میں پہچانتے ہیں ولیم۔ کہیں نہ کہیں شب کی سیاہی کا کوئی داغ رہ جاتا ہے جسے چھپایا نہیں جاسکتا۔"

"کس نے کہا ہے کہ چھپاؤ۔ داغ کیا چھپانے کے لئے ہوتے ہیں؟" وہ اسکے بالوں میں منہ چھپا کر بولا۔

"مجھے تمہاری باتوں سے خوف آتا ہے ولیم۔ ایسی باتیں میں نے کہیں نہیں سنیں۔ کسی کتاب میں نہیں پڑھیں۔ کسی فلم میں نہیں دیکھیں۔"

"میں بھوکا ہوں۔ اور۔ اور پیاسا بھی۔۔ اور تھکا ہوا بھی۔" وہ اچانک اٹھ بیٹھا۔ "میرے لئے کافی بناؤ۔"

کچن سے وہ اسے ریفریجریٹر میں سے ابلے ہوئے انڈے اور پنیر کے سینڈوچ نکال کر کھاتے دیکھتی رہی۔ واقعی گیس کے نیلے شعلے کی روشنی میں وہ خود۔ اور ریفریجریٹر کے کھلے دروازے سے آنے والی روشنی میں ولیم۔ سوائے مرد اور عورت کے کچھ نظر نہ آتے تھے۔ نہ اسرائیلی نہ امریکی۔ نہ یہودی نہ عیسائی — نہ کیپٹن نہ جنرل۔ "تو کل شام اجلاس میں شرکت کروگے تم۔" وہ کچن ہی میں سے بولی۔

"نہیں۔" وہ اس کے قریب آکھڑا ہوا۔ "میرے نائب صدر نے اکیلے ہی جانے کا فیصلہ کیا ہے۔" رابن کا ہاتھ کافی انڈیلتے انڈیلتے رک گیا۔ اس کو اپنے کانوں پر یقین نہ آیا۔ "معاہدے کی تقریب میں امریکی کمانڈر شریک نہیں ہوگا۔" وہ کافی اس کے سامنے رکھ کر بولی۔

"ایسی کی تیسی کمانڈر کی۔" وہ برہم ہو کر بولا۔ "کمانڈر کا معاہدے سے کیا تعلق۔ یہ سیاستدانوں کا کام ہے۔ وہ مالک ہیں معاہدے کریں یا نہ کریں۔ کمانڈر کو اس کے کسی بھی ماتحت کی حماقت یا دیوانگی کی سزا دیں۔ اسے ذلت کے ساتھ معزول کردیں یا اسے سینائی سے ہنولولو بھیج دیں۔ مگر میں...... میں انہیں بتادوں گا کہ ولیم صرف ولیم ہے۔ اور ولیم الو کا پٹھا نہیں ہے —"

رابن نے دیکھا کہ وہ سخت مشتعل ہے۔ کسی آتش فشاں کی طرح ابل رہا ہے۔ اس کی انا کا لاوا اسکے وجود کو جلا رہا ہے۔ اسکے لئے اس آگ کو سرد کرنے کا ایک ہی طریقہ تھا اور وہ دریا کے ٹھنڈے اور پرسکون پانی کی طرح اس کے لئے بچھ گئی۔ سرد ہوا کا جھونکا کھڑکی سے اندر آیا تو رابن کی آنکھ لمحہ بھر کے لئے کھلی اور اس نے صبح کے ستارے کو روشن دیکھا پھر اس نے کمبل برابر کیا اور معصوم بچوں کی طرح بے خبر سوتے ہوئے ولیم کے ماتھے کو چوم کر پھر سوگئی۔

صبح سیڈل نے سارجنٹ رابنسن کے سیاہ مجسمے کو اسرائیلی

کیپٹن کے دروازے پر استادہ دیکھا اور اس نوجوان جنرل کی جیب کو دیکھا جو ایک ایسے ماتحت کے جنون کے باعث معتوب تھا جس کا وہ محافظ بھی تھا۔ آدمی جب موت سے پناہ کے لئے بھاگتا ہے تو اسے انجام کی کہاں خبر ہوتی ہے۔ سیڈل نے سوچا۔ وہ جذبات کے اندھے کنوئیں میں گر جائے تو کیا اور محبت کی دلدل میں دھنس جائے تو کیا۔

وہ یوں گزر گیا جیسے خیالات کے ہجوم میں اسے راستے کی کوئی چیز نظر نہیں آ رہی۔ یہ بات کسی حد تک درست بھی تھی۔ ایک رات نے اسے اچانک بدل دیا تھا۔ اندر سے اور باہر سے اس کا حلیہ بگاڑ دیا تھا۔ وہ جو بارہ سال تک عدالت کی کرسی پر بیٹھ کر گواہوں کی غلط بیانی اور حالات کی گمراہ کن شہادت اور وکیلوں کے قانونی نکات کی پیچیدگی کے باوجود گناہ گاروں اور بے گناہوں کو پہچانتا رہا۔ اور اب پوری یکسوئی سے چیف آف اسٹاف کی حیثیت سے اپنے فرائض کی انجام دہی میں مصروف تھا۔ اب اس بچے کی طرح ہکا بکا اور حیرت زدہ اور سوچنے کی سمجھنے کی صلاحیت سے قطعی محروم ہو گیا تھا جو کبھی گھر سے نہ نکلا ہو اور اچانک وہ خود کو اجنبی چہروں کے ہجوم اور ٹریفک کے شور میں کسی چوک میں کھڑا پائے جہاں ہر سمت سے سڑکیں آ کر ملتی ہوں مگر کوئی اسکے گھر نہ جاتی ہو۔

اس کی جیب میں صدر امریکہ کا ذاتی خط پڑا تھا۔ لیکن اس خط سے کہیں زیادہ سنسنی خیز وہ غیر تحریری پیغام تھا جو صدر کے پریس سیکریٹری نے اسے دیا تھا۔ پہلے بیلی نے اسے خط دیا تھا اور کہا تھا۔ "سیڈل۔ گو یہ تمہاری سپریم کورٹ کے جج کی حیثیت سے تقرری کا پروانہ ہے لیکن یہ صدر کا انتخاب ہے جو بدقسمتی سے تمہارے دوست ہیں۔ تمہارا تجربہ تمہاری لیاقت کا ثبوت ہے لیکن میں ذاتی طور پر جب تک کرنل ڈیل کے معاملے میں تمہارے بے خوف و خطر انصاف کرنے کی صلاحیت سے مطمئن نہیں ہو جاؤں گا اس تقرری کی تائید نہیں کروں گا۔"

کرنل سیڈل نے تھوڑی سی سبکی محسوس کی۔ "جناب نائب صدر۔ یہ میری نہیں جنرل ولیم کی آزمائش ہے۔ مجھے معلوم ہے وہ ڈیل کا دشمن ہے لیکن کمانڈ کا نگراں ہونے کی حیثیت سے وہ اس کے لئے سینہ سپر بھی ہو سکتا ہے۔ وہ کسی کے دباؤ میں آ کر اسے سزا نہیں دے گا۔"

"اس کا خمیازہ جنرل ولیم کو بھگتنا پڑے گا۔" بیلی نے کہا۔ "میں فوج کو خود مختار ادارہ نہیں بنا سکتا۔ وہ حکومت کے ماتحت نہ رہی تو نتائج یہی ہوں گے۔ کوئی بھی کرنل جہاز لے کر مجھ پر چڑھ دوڑے گا۔ کوئی معمولی کیپٹن تمہاری بات کو اسلئے تسلیم نہیں کرے گا کہ تمہارے کندھے پر ستارے نہیں اور صرف تم سپریم کورٹ کے چیف جسٹس ہی تو ہو۔ مجھے یہ بتاؤ اگر وہ پج مچ ردستوف پر فائر کھول دیتا تو کیا ہوتا۔؟ اگر ردستوف اسکی ایک گولی کا نشانہ بن جاتا تو دنیا میں کتنے آدمی مارے جاتے۔ کیا یہ ممکن نہیں تھا کہ ایٹمی اسلحہ اشتعال کے ایک لمحے میں پھونک دیا جاتا۔ اس نے ایک چنگاری پھینک دی تھی۔ فرض کرو وہ بارود کے ڈھیر پر جا گرتی۔۔؟۔ مجھے بتاؤ کیا ایسے جنونی فوج میں ہونے چاہئیں یا پاگل خانے میں۔؟"

"اس کا انتخاب ایڈمرل اسٹیوارٹ نے کیا تھا سر۔"

"سپریم کورٹ میں آپ کو شاید یہ فیصلے بھی کرنے پڑیں کہ انتخاب کا یہ حق کس کے پاس ہونا چاہئے۔ فوج کو سیاسی قیادت پر بھروسہ کرنا چاہئے یا سیاسی قیادت کو فوجی قوت پر۔ اگر پہلی صورت ہو تو کانگریس اور سینیٹ کی موجودگی کا کیا جواز رہ جاتا ہے۔ کیا بیسویں صدی میں جمہوریت کی وہ تعریف غلط ہو گئی ہے جو ابراہیم لنکن نے کی تھی۔" سیڈل کو لاجواب چھوڑ کر نائب صدر نے اپنی خوابگاہ کا رخ کیا تھا اور سیڈل کو صدر کے پریس سیکریٹری راسمین نے پکڑ لیا تھا۔ راسمین صدر کا معتمد خاص تھا۔

"ہم کہیں تنہائی میں بیٹھ کر گفتگو کر سکتے ہیں۔؟" اس نے باہر نکلتے ہی سیڈل سے کہا۔ سیڈل اسے امریکن سیکٹر کے آخری حصے میں واقع اپنے دفتر میں لے گیا۔ "صاحب صدر نے مجھ سے کہا تھا کہ میں یہ پیغام ذاتی طور پر آپ تک پہنچا دوں! ان کی خواہش ہے کہ....."

"کہ میں سپریم کورٹ کا چیف جسٹس بن جاؤں — غالباً یہ شرائط خط میں لکھنا ممکن نہیں تھا۔" سیڈل نے تلخی سے کہا

"نہیں سر۔ وہ چاہتے ہیں آپ نائب صدر سے تعاون کریں جنرل ولیم سے نہیں۔"

"جنرل ولیم کو تو کل کے اجلاس سے بھی خارج کیا جا چکا ہے۔" سیڈل نے کہا۔ "کیا اسکی یہ بے عزتی کافی نہیں۔"

"آئندہ انتخابات میں صدر کا مقابلہ جنرل ولیم سے نہیں ہو گا۔ لیکن اس وقت جو بدنامی ہو رہی ہے اس پر جنرل ولیم کی حمایت سے صدر کی سیاسی ساکھ بگڑ جانا یقینی ہے۔ غلطی ولیم کی نہ سہی۔ ذمہ داری اسی کی تھی۔ دلائل بہت سے ہیں۔ مثلاً یہ کہ وہ ڈیل کی فطرت سے واقف تھا تو ان حالات میں اس نے حفظ ماتقدم کے طور پر اسے پابند کیوں نہیں کیا۔ یہ خطرہ کیوں مول لیا کہ ایک جنونی اتنے اہم موقع پر آزادانہ گھومتا پھرے اس وقت صدر اور ڈیفنس سیکریٹری پام اسپرنگ میں ہیں۔

چھٹیاں منا رہے ہیں۔ چنانچہ بیلی عملی طور پر صدر ہے۔ جنرل ولیم کو صدر کے خلاف محاذ آرائی مہنگی پڑے گی۔ ایڈمرل اسپورٹ کی حمایت کے باوجود۔"

"نائب صدر کے خلاف — صدر پام اسپرنگ میں موجود ہیں۔" سیڈل نے تصحیح کی۔ راسمین چند سیکنڈ خاموش رہا —

"ہاں۔ لیکن ممکن ہے تین سال بعد نہ ہوں۔ اگلے انتخاب میں"

"کیا وہ بیلی کی مقبولیت سے اس حد تک ڈرتے ہیں۔ ؟"

— سال بھر پہلے جو اعتماد انہیں اپنے حامیوں پر تھا وہ اب اتنا کم ہو گیا ہے۔" راسمین کی خاموشی سے سیڈل نے اندازہ لگایا کہ وہ کوئی بات کہنے کے لئے الفاظ کا انتخاب کرنے کی کشمکش میں مبتلا ہے۔ "جج سیڈل" راسمین نے بالآخر کہا۔ "صدر آئندہ انتخابات میں حصہ نہیں لے سکتے۔ ان کی زندگی کی کوئی ضمانت نہیں کوئی ڈاکٹر یہ نہیں بتا سکتا کہ ان کی بیماری انہیں کتنی مہلت دے گی۔ دو مہینے۔ چار مہینے یا چھ مہینے۔"

"کون سی بیماری۔" سیڈل نے سانس روک کر پوچھا۔ "کینسر"

"نہیں۔ پارکن سن۔ تصدیق بہت پہلے ہو چکی تھی۔ سیاسی انتشار کے پیش نظر یہ خبر عام نہیں کی گئی۔" سیڈل اس انکشاف پر سن ہو گیا۔ "چنانچہ بیلی بہت جلد صدر امریکہ ہو گا۔"

"ہاں۔ مگر کوئی پارٹی ایسے شخص کو جو فوجی قوت کا جنون کی حد تک مخالف ہے آئندہ صدارتی انتخابات میں نامزد کرنے کا خطرہ مول نہیں لے سکتی۔ امن پسندی بیلی کے نظریات سے بالکل جداگانہ چیز ہے۔ امن کا راگ جذبات کو اپیل کرتا ہے مگر جنگ کے لئے تیار رہنا امن کے لئے ضروری ہے۔ طاقت کے توازن کے بغیر امن کیا سلامتی اور بقا جیسے الفاظ بے معنی ہو جاتے ہیں۔"

"تمہارے خیال میں پھر صدر منتخب ہونے کا اہل کون ہے ؟"

سیڈل نے سوچتے ہوئے کہا۔ "پارٹی پوزیشن کے مطابق۔"

"میرے۔ صدر کے۔ اور اسپیکر کے خیال کے مطابق وہی شخص جو سپریم کورٹ کا چیف جسٹس بننے کا اہل ہے یعنی۔ جج سیڈل —" راسمین نے اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔ "غیر متنازعہ امیدوار۔"

سیڈل ابتک خواب کے عالم میں چل رہا تھا۔ جج سیڈل۔ پریزیڈنٹ سیڈل۔ موجودہ صدر اس کا دوست بھی تھا۔ وہ اس صدر کی موت پر رونا چاہتا تھا جو مر رہا تھا اور اسے اپنا جانشین دیکھنا چاہتا تھا اور زندگی کی اس سب سے بڑی آرزو کے یوں پورا ہو جانے پر۔ اس اعزاز کی لاٹری اپنے نام نکل آنے پر — ہنسنا چاہتا تھا۔ چنانچہ وہ اپنی اس کیفیت پر بھی رونا چاہتا تھا۔

فصل گل آئی امتحان کی طرح۔ بے طلب قرض دوستاں کی طرح
بے سبب مرگ ناگہاں کی طرح۔

رو رہی تھی۔ احمق لڑکی۔ عشق بھی کرتی ہے اور روتی بھی ہے۔ ہوس سے جسم کو تو تسکین ملتی ہے۔ عشق تو فقط روح میں کانٹے چبھوتا ہے۔ صحرا کی ریت پر آنسوؤں کے چند قطرے گرا۔

لیکن کیپٹن الزبتھ آدم نے بھی اس خواب کے دوران جو اس کی کھلی آنکھیں دیکھ رہی تھیں جنرل ولیم کی جیپ کے گذرنے کی آواز سنی تھی اور دیکھے بغیر سمجھ گئی تھی کہ رخ کدھر اور کیوں ہے۔ راتوں کو بارہا اس نے اسرائیلی کیپٹن کے مکان کے سامنے سارجنٹ رابنسن کو اندھیرے کی پناہ میں استادہ دیکھا تھا۔ جیپ کو ذرا فاصلے پر سڑک کے کنارے رکتے اور ولیم کو اندر جاتے دیکھا تھا۔ اور وہ دیکھتی رہی تھی۔ کچھ نظر نہ آنے کے باوجود۔ اپنی خوابگاہ کے دریچے میں کھڑی تاریک رات سے پرے کیپٹن رابن کے گھر کے اندھیرے میں جھانکتی رہی تھی جس کے دریچے کبھی روشن نہ ہوئے تھے۔ بس ولیم تھا جو اس طلسمی غار کا منہ کھلتے ہی اندر کہیں کھو جاتا تھا۔ رات کے کسی سمے یا صبح کے ستارے کی روشنی میں وہ لوٹنے والی آوازیں سنتی تھی اور دم سادھے پڑی رہتی تھی۔ اپنے بے خواب کواڑوں کو مقفل کئے۔ کیونکہ اسے معلوم تھا کہ یہاں کوئی نہیں آئے گا۔

کیپٹن الزبتھ آدم صحرا کا سورج تھی۔ اپنی آگ میں خود جلنے والی۔ اسکی ضیا سے حسن سے اور سوز عشق سے کوئی پھول رنگ اور مہک نہ پاتا تھا۔ اس محبت میں نمو نہ تھی۔ وہ کرن جو زرخیز زمین سے سبزہ و گل اگاتی تھی۔ ریگ صحرا سے صرف ببول اور کیکٹس پیدا کر سکتی تھی جس کے کانٹے اسے اپنی پلکوں سے چننے پڑتے تھے اور جس کا زہر خود اسے پینا پڑتا تھا۔ وہ پھر بھی خوش تھی۔ خوش تھی کہ ولیم خوش ہے۔ ولیم کی چاہت تو اسکی بھی تھی۔ ایک جسم تھا جس پر کیپٹن رابن قابض تھی ایسے ہی جیسے اسکے ہم قوم فلسطین کی زمین پر قابض تھے۔ اسے رابن سے حسد نہیں تھا۔ ولیم سے گلہ نہیں تھا۔ اس بات سے ڈر لگتا تھا کہ وہ دونوں الگ الگ سرحدوں پر کھڑے تھے۔ سیاسی استبداد کی قوت سے بے خبر تھے۔ ان کے درمیان ایک اندھی خلیج تھی جس کی گہرائی کا انہیں اندازہ نہ تھا۔ جو دیوار برلن کی طرح تقسیم کرنے اور الگ رکھنے والی طاقت تھی۔ کیا واقعی وہ ایک دوسرے سے اتنی ہی محبت کرتے ہیں۔ کیا ولیم بھی اتنی شدت سے کسی کو چاہ سکتا

ہے۔ کیا اسکے علاوہ بھی کوئی عورت ولیم کے عشق کی اس انتہا کو پہنچ سکتی ہے۔ جب کچھ نظر نہ آئے۔ نہ آغاز نہ انجام۔ جب کچھ نہ رہے۔ نہ فرق مراتب رہے نہ احساس تفریق۔ وہ چاہتی تھی کہ اس عشق کا یقین کر لے مگر دیدہ و دل کی گواہی اور رابن کے تعلق کو ہوس قرار دینے کے حق میں تھی۔ کیونکہ اندھیرے کا وہ پردہ جو رابن کے گھر کے دریچوں پر مسلط رہتا تھا بلیک آؤٹ کی طرح لگتا تھا۔ جیسے وہاں ولیم کے ہوتے ہوئے روشنی کا ہونا ممکن نہیں۔ اور دروازے پر کھڑا ہوا سارجنٹ رابنس اسے چور کا وہ ساتھی لگتا تھا جو پہرے پر مامور ہو۔ اس وقت جب دوسرا ساتھی —— کسی گھر میں نقب لگا رہا ہو۔ لوٹنے میں مصروف ہو۔ گھر کو یا گھر کے مکین کو۔

چاندنے کھلی کھڑکی سے جھانکا اور کیمپ کے گارڈ روم میں کسی سنتری نے رات کے دو گھنٹے بجائے۔ وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور اپنے نازک جسم کے گرد شال لپیٹ کر باہر نکل آئی۔ صحرا کی ریت میں چاندنی سونے کے ذرات کی طرح بکھری ہوئی تھی۔ وہ سرد ریت میں ننگے پاؤں چلنے لگی۔ اس کے پیر گہرے نشان بناتے گئے اور کرنل ڈیل ٹرسک نے اسکے نقوش پا پر اس کا تعاقب جاری رکھا۔ الزبتھ اپنے وجود سے بھی بے خبر تھی۔ اسے علم نہ ہوا کہ عشق کی وارفتگی میں اسکے قدم اسے کوئے رقابت میں لے آئے ہیں۔ یکلخت اس نے خود کو رابن کے گھر کے عقبی حصے میں خوابگاہ کی بند کھڑکیوں کے سامنے پایا۔ ذلت اور شرم کے احساس سے وہ پانی پانی ہو گئی اور گھبرا کر پلٹی۔ خوفزدہ اور لرزہ براندام۔ میرے خدا۔ یہ میں نے کیا کیا۔ کیوں کیا۔ کیا میں اتنی ہی بے بس اور ہوش و خرد سے اتنی ہی بے گانہ ہوں۔ اچانک اسکے سامنے ایک دیوار سی آ گئی۔ وہ سہم کر ایک قدم پیچھے ہو گئی۔ "ایک گواہ تم بھی ہو" وہ ہنسا۔ "مجھے معلوم نہ تھا" اور اسکے منہ سے شراب کا بھبکا اٹھا۔

"کرنل ڈیل" الزبتھ نے خود کو سنبھالتے ہوئے کہا۔ "آپ یہاں کیا کر رہے ہیں" وہ پھر ہنسا۔ مسلسل۔ معنی خیز ہنسی جو بے معنی بھی تھی "یہ بڑا عجیب سوال ہے۔ آخر ہم سب یہاں کیا کر رہے ہیں۔ میں" اس نے اپنے سینے پر انگلی رکھی۔ "تم" اس کی انگلی الزبتھ کے سینے کی نرمی میں ریوالور کی نالی کی طرح چبھی "ہم دونوں کا کمانڈر" اس نے رابن کے گھر کی طرف اشارہ کیا۔ اور وہ سیاہ فام غلام۔ سارجنٹ۔ باڈی گارڈ۔ ڈرائیور۔ رازداں۔" وہ آگے بڑھا۔

"تم..... تم نشے میں ہو" وہ کچھ اور پیچھے ہٹ گئی۔

"...نشے میں تو تم بھی ہو جبھی تو میری طرح بھٹک رہی ہو —— اپنے کمرے میں سکون کی نیند نصیب کیوں نہیں ہے تمہیں؟" وہ لڑکھڑایا۔ "ہم..... ہم دونوں بدنصیب ہیں۔ آج.... اس وقت..... اور جو خوابگاہوں میں سر سراتے۔ ریشمی کمبلوں میں فوم ربر کے گدوں پر محو خواب ہیں وہ خوش بخت ہیں۔ لیکن... لیکن کل.... کل کی گھڑی ہماری ہے۔ ریت گھڑی دیکھی ہے تم نے۔ جب ایک گھنٹہ گذر جاتا تھا تو اسے الٹ دیتے تھے۔ خالی ہونے والا حصہ بھرنے لگتا تھا۔ بھرا ہوا حصہ خالی ہونے لگتا تھا!" اس نے مٹھی بھر ریت اٹھا کر آہستہ آہستہ چھوڑنی شروع کی۔ "دیکھا تم نے۔ کل جب ان کی آنکھ کھلے گی تو دنیا الٹ چکی ہو گی۔ ان کی جگہ ہم لے لیں گے اور یہاں تہی دست —— تہی داماں۔ اپنے اپنے ماتھے پر اپنی اپنی بدنامی کے جرم کی تحریر لئے۔ رسوائی کا اور ذلت کا نامۂ اعمال سنبھالے فرد جرم پکڑے کھڑے ہوں گے۔ لیکن.... لیکن آج کی رات... ایک رات کی کوئی بات نہیں۔ آؤ" وہ بازو پھیلا کر آگے بڑھا۔ "ہم ایک رات ریت کی آغوش میں بسر کر لیں"

"شٹ اپ۔ تم پاگل ہو رہے ہو۔ تمہیں ایئر کمانڈ کی حدود سے باہر آنے کی اجازت نہیں تھی۔ میں تمہاری رپورٹ کروں گی" الزبتھ بولی۔

"رپورٹ۔ ہ۔ کسے" ڈیل بولا۔ "اسے؟" اس نے اندھیرے مکان کی طرف اشارہ کیا۔ "آل رائٹ آل رائٹ۔ کر دینا ایک اس سے بھی بڑا الو کا پٹھا آیا ہوا ہے۔ اسے کر دینا۔ صبح کی بات ابھی کیوں کرتی ہو۔ ریت بھی فوم سے کم آرام دہ نہیں ہوتی" ڈیل نے جھپٹ کر الزبتھ کو اپنے بازوؤں میں سمیٹ لیا۔

"ڈیل" وہ چلائی اور اسکے منہ پر ایک طمانچہ رسید کیا۔ "کتے —— وحشی بھیڑیئے۔ نامرد" ڈیل حیرت سے اور ذلت کے احساس سے سن ہو گیا۔ اس نے الزبتھ کو چھوڑ دیا اور ایک ہاتھ گال پر رکھے کھڑا رہا۔ "مرد عورتوں کو جیت کر فخر کرتے ہیں —— انہیں بے بس پا کر ان کی عصمت لوٹ کر نہیں" کیپٹن الزبتھ آدم۔

صبح جب تم اس واقعے کی رپورٹ کرو تو صحیح مقام اور وقت ضرور بتا دینا۔ دیگر تفصیلات کے ساتھ" وہ زہر میں بجھے لہجے میں بولا۔ "اور اپنا ایک گواہ سارجنٹ رابنس کو بھی رکھنا" پھر وہ پلٹا اور ریت پر بھاری قدم رکھتا چلا گیا۔ وہ وہاں کھڑی لرزتی رہی روتی رہی۔ ولیم۔ ولیم۔ یہ تم نے اچھا نہیں کیا۔ آخر میں کس کس کی زبان پکڑوں۔ کیسے تردید کروں کہ امریکی فوج کمانڈر۔ ایک جنرل۔ اسرائیلی فوج کی ایک کیپٹن کے عشق میں گرفتار ہے۔

آرمی ایکٹ میں تو کہیں عشق کا لفظ تک نہیں۔ پہلی بار اس نے
اس عورت سے حسد محسوس کیا جو اسکے محبوب کی تباہی کا سبب
بن رہی تھی۔ اور نفرت محسوس کی جو رفتہ رفتہ غصّہ کی آگ بن کر
بھڑکنے لگی۔ آخر وہ اپنی محبت میں اتنی خود غرض کیوں ہے
کہ اسے ولیم کا مستقبل تباہ کرتے ہوئے ندامت نہیں —
کیا رابن کو علم نہیں کہ ولیم کا انجام کیا ہو سکتا ہے۔؟ نہیں
یہ محض ہوس ہے۔ اور ممکن ہے سازش بھی ہو۔ ورنہ یہ کیسے
ممکن ہے کہ آدمی جس گھر کی پناہ میں ہو اس گھر کو محبت میں
آگ لگا دے۔ اس وقت اس نے جج سیڈل کو سرنگوں خواب
کے عالم میں چلنے والے کی طرح سامنے سے گذرتے دیکھا۔

*

نائب صدر کا پورا کانوائے صبح سات بجے تیار تھا۔ جنرل
ولیم نے صحیح فرض شناس اور مستعد سپاہی کی طرح تمام انتظامات
قبل از وقت کر لئے تھے۔ سیلی کی ضد سے مجبور ہو کر اس نے
تمام حفاظتی اقدامات اپنے طور پر اس طرح کئے تھے کہ ان کا نائب
صدر کو علم نہ ہونے پائے۔ ہر دس کلومیٹر پر مسلح دستے متعین
تھے۔ جو طاقتور دوربینوں کی مدد سے پانچ میل دائیں جانب
اور پانچ میل بائیں جانب سڑک پر تمام نقل وحرکت کو دیکھ
سکتے تھے۔ خود اسے کانوائے کی روانگی کے بعد ذرا پیچھے رہ کر
ہیلی کوپٹر میں پرواز کرنی تھی اور اس ہیلی کوپٹر میں بھاری
مشین گن فٹ تھی۔ اسے اطلاع ملی تھی کہ اردن کے جنوب سے
بدوؤں کا ایک قافلہ سینائی میں داخل ہوا ہے۔ عام بدو بے
ضرر تھے لیکن اس مفروضے پر وہ ہر بدو کو بے ضرر تسلیم کرنے
پر تیار نہ تھا۔ اس علاقے میں بے ضرر نظر آئے بغیر کوئی ضرر
پہنچانے والا داخل ہو ہی نہیں سکتا تھا۔

آٹھ بجے تک ساز و سامان سے لیس قافلہ دو رویہ کھڑے
ہوئے سپاہیوں کے منجمد جسموں پر بہتے پسینے اور اکڑی ہوئی
ٹانگوں اور چلچلاتی دھوپ سے پتھرائی آنکھوں سے بے نیاز
کھڑا رہا۔ بالآخر ولیم نے رابن سن کو جو کانوائے لیڈر تھا گارڈ
کو ڈسمس کرنے کا حکم دیا۔ "وہ تھوڑا سا آرام کرلیں۔ کافی یا سگریٹ
وغیرہ پینا چاہیں تو پی لیں۔"

"آئی ایم سوری جنرل" نائب صدر کے ملٹری سیکرٹری نے کہا۔
"میری خواہش تھی کہ آپ بھی چلتے۔ لیکن وہ ایسا ہی آدمی ہے۔"
ولیم نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ "تم کیوں شرمندہ ہو جبکہ
قصور نہ تمہارا ہے نہ میرا۔ نائب صدر کو میرا وجود فقط میرے کندھے
کے ستاروں کی وجہ سے قبول نہیں۔" اسکی نگاہیں کرنل کے

چہرے پر ہونے کی بجائے صحرا پر تھیں۔

"مجھے معلوم ہے سر۔ آپ کی سیاسی سمجھ بوجھ اور معاملہ فہمی
کسی سکریٹری آف اسٹیٹ سے کم نہیں۔ آپ سب کچھ کر سکتے ہیں۔"

"یہ بات غلط ہے۔ کرنل سیڈل۔ پہلے جج رہا ہے۔ بارہ سال
تک انصاف کرتا رہا ہے۔ انصاف کرنا میرے بس کی بات نہیں۔"
ولیم نے کہا۔ پھر وہ سیڈل کی طرف پلٹا۔ "جج۔ یہ وردی تم پر سج
رہی ہے۔"

"آں؟" سیڈل نے بے خیالی میں چونک کر کہا۔ "وردی۔؟
کیا یہ میری وردی ہے۔؟ ۔ مجھے تو لگتا ہے یہ فینسی ڈریس شو ہے
کل میں وگ پہن کر بیٹھا تھا۔ آج یہ وردی ہے۔ کل نہ جانے کیا
ہوگا۔" کیا اس نے اپنے جنون میں کچھ بک دیا ہے۔ اس نے سہم
کر سب کی صورتوں کو دیکھا جو اس کے قریب کھڑے تھے۔ کچھ نہ
سمجھے خدا کرے کوئی۔ کسی کو معلوم نہ ہو کہ ان کے درمیان وہ بھی
ہے جو ایک خوفناک مستقبل کی حقیقت پر نقاب ڈالے کھڑا ہے۔
جیسے کوئی جج یا کرنل کہتا ہے تو اس کے کان "جناب صدر" سنتے
ہیں۔

"رابنسن" اس نے سارجنٹ سے کہا۔ "تمہیں اپنے سیاہ
رنگ پر اور فوجی ہونے پر ندامت تو نہیں ہے؟"

"نہیں سر" وہ بولا۔ "مجھے صرف اپنے اکیلے جانے پر ندامت
ہے۔ ذاتی طور پر میں آپ سے شرمندہ ہوں۔"

"تم احمق ہو۔" ولیم نے کہا۔ "فائرنگ اسکوڈ میں میرے
سامنے کھڑا کر دیا گیا تمہیں گولی کیسے چلاؤ گے۔؟ ۔ اور جو گولی
نہ چلا سکے وہ سپاہی بننے کا اہل نہیں۔" اس نے رابن سن کے
مزید سیاہ پڑ جانے والے رنگ کی جگہ اس سنہرے غبار پر نظر
رکھی جو بریگیڈیر زوڈوک کے ساتھ بیٹھی ہوئی کیپٹن رابن کے
گرد بکھرا ہوا تھا۔ اسکی ٹوپی کے نیچے۔ کانوں کی گلابی لوؤں
پر۔ گردن کی مخمل پر۔ "سیڈل" وہ اچانک بولا۔ "تم جانتے
ہو میں رابن سے محبت کرتا ہوں۔ اور یہ کہ وہ بھی۔۔"

"ہاں" سیڈل نے بمشکل تمام نظریں چراتے ہوئے کہا۔

کوشش کے باوجود وہ یہ نہ کہہ سکا کہ کسی بھی جنرل کے لئے دنیا کی فتح کے خواب کا ذکر تو فخر کی بات ہو سکتی ہے لیکن کسی عورت۔ کسی ایک عورت پر فتح۔ مگر سیڈل نے کبھی عشق نہیں کیا تھا۔ "میری وجہ سے اس پر کوئی مصیبت تو نہیں آئے گی۔؟" ولیم جیسے اپنے آپ سے بولا۔

"اس کی وجہ سے تم پر تو کوئی مصیبت نہیں آئے گی؟" سیڈل نے ہمت کر کے اس کا سوال لوٹایا۔

"معلوم نہیں۔ بات ایک ہی ہے۔ کیا تم..... کبھی ضرورت پڑنے پر ہمارے لئے کچھ کر سکو گے؟" ولیم نے کہا

"معلوم نہیں۔ میں جھوٹ نہیں بولنا چاہتا۔" سیڈل نے کہا۔ محبت کرنے والوں کے لئے کسی نے کچھ نہیں کیا آج تک ــ سوائے ان پر انگلیاں اٹھانے کے۔ سوائے ان کی راہ میں کانٹے بچھانے کے۔ سوائے انہیں مصلوب کرنے کے۔ سنگسار کرنے کے!

کالونائے کی سب سے پہلی جیپ میں اسپیشل فورس کے چار مسلح ایجنٹ تھے۔ پھر ائیر فورس کے وائرلیس ٹرانسمیٹرز کی گاڑی تھی جس کا براہ راست رابطہ ماسکو اور واشنگٹن کے علاوہ دنیا کے ہر بڑے شہر سے تھا۔ پھر نائب صدر کی کار تھی جس میں اس کا ملٹری سیکریٹری۔ جج سیڈل سکریٹریٹ سروس کا ایک ایجنٹ اور صدر کا پریس سیکریٹری راسمین بھی سوار تھے کار پر آگے پیچھے صدارتی مونوگرام اور امن فوج کی پلیٹ اور جھنڈے نصب تھے۔ امریکی جھنڈا کسی گاڑی پر نہ تھا۔ صدر کے پیچھے والی کار میں دو سکریٹ سروس کے ایجنٹ اور دو کمانڈوز بیٹھے تھے۔ اس کے پیچھے پریس رپورٹرز تھے۔ پھر کمانڈ کار تھی جس میں اسرائیلی بریگیڈیر زوڈوک اور کیپٹن رابن تھے۔ اور دو عرب نمائندے۔ اسکے بعد مسلح سپاہیوں سے بھرا ہوا ایک ٹرک تھا اور آخر میں سارجنٹ رابنسن اپنی جیپ میں کھڑا تھا۔ اس جیپ کو "الشوط" سے نکلتے ہی سب سے آگے ہو جانا تھا۔ کرنل ڈیل ٹراسک نے فاصلے سے جنرل ولیم کا متفکر چہرہ دیکھا اور مسکرایا۔ یقیناً جنرل ولیم کی وفد سے علیحدگی اس توہین سے کہیں زیادہ تھی جو اس نے کرنل ڈیل کو پابند کر کے کی تھی۔ اس کا ذہن یہ بات قبول کرنے کے لئے ہرگز تیار نہ تھا کہ یہ صرف اسے سزا دینے کے معاملے پر نائب صدر اور جنرل ولیم کے اختلاف کا نتیجہ تھا۔ ولیم اور اسے سزا؟ دے؟ الٹا نائب صدر کے سامنے اڑ جائے؟ ناممکن۔ اتنا بے وقوف نہ ولیم ہے اور نہ وہ خود جو اس بے سروپا افواہ پر یقین کرے۔

کالونائے گذر گیا۔ جنرل ولیم کا سیلوٹ کے لئے اٹھا ہوا ہاتھ نیچے آ گیا لیکن اسکے ماتھے کی شکنوں میں کمی واقع نہ ہوئی۔ وہ اب بھی پریشان تھا۔ کچھ پریشانی اس نے اپنے لئے خود پیدا کی تھی۔ کچھ نائب صدر بیلی نے ــ اسے حفاظتی انتظامات قطعی ناکافی نظر آئے تھے۔ ضرورت کا دس فیصد بھی نہیں۔ کاش بیلی دیکھ سکے کہ روسی نائب وزیراعظم کس شان و شوکت کے ساتھ کیسے زبردست فوجی پہرے میں آتا ہے۔ امریکی نائب صدر پر تو عرب کمانڈوز کا ایک دستہ بھی حملہ کرنے کی جرأت کر سکتا ہے۔ روسیوں پر ان کی ایک رجمنٹ کی ہمت نہیں پڑ سکتی۔ صرف اسرائیلی کار میں ایک یوزی ہیوی مشین گن تھی۔ باقی سب کے پاس معمولی اسلحہ تھا۔ رائفلیں اور ریوالور۔

"میں نے سنا ہے رات تم شراب کے نشے میں دھت ہو کر ایرکمانڈ ایریا سے نکل گئے تھے" جنرل ولیم نے ڈیل ٹراسک کو قریب آتے دیکھ کر کہا۔ اگر اسکے چہرے پر وہ مضحکہ خیز مسکراہٹ نہ ہوتی تو شاید وہ کوئی بات نہ کرتا۔ "آپ نے صحیح سنا ہے" ڈیل نے اطمینان سے کہا۔ "آپ کی سیکریٹری کیپٹن آدم بھی اسکی گواہ ہے۔"

"اس کا یہاں کیا ذکر" جنرل ولیم نے سخت لہجے میں کہا۔ "اٹن شن ہو کر بات کرو۔ تم ایک جنرل کے سامنے کھڑے ہو۔"

"یس سر۔ وہ ایک اسرائیلی کوارٹر کے قریب آدھی رات کے بعد بڑے پراسرار طور پر ننگے پاؤں اور شب خوابی کے لباس میں کھڑی تھی۔ غالباً سارجنٹ رابنسن نے بھی اسے دیکھا ہو گا وہ آپ کی جیپ کے پاس کھڑا تھا۔" ڈیل اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا۔ جنرل ولیم اپنے ریوالور کی تمام گولیاں اسکے سینے میں اتار دینا چاہتا تھا مگر ہیلی کاپٹر کا انجن اسٹارٹ ہو چکا تھا۔ اس نے دھڑ سے دروازہ بند کیا اور کالونائے کے پیچھے پیچھے پرواز کرنے لگا۔

♥♥♥♥♥♥

لیلٰے اجمیل کے ساتھی سولہ سو میٹر اونچے پہاڑوں میں صدیوں
پرانے راستے پر چل رہے تھے جو انسان کے اور جانوروں کے قدموں
نے تراشا تھا۔ تاریخ کے یہ نشان ہنوز باقی تھے پر ان کی جوان
راستوں سے لیلٰے اجمیل اور الور سے قبل گذرے ہڈیاں بھی خاک
میں مل گئی تھیں۔ دامن کوہ سے تیس کلومیٹر کے فاصلے پر اقوام متحدہ
کے مبصروں کے صدر دفتر کی عمارات مٹیالے دھبوں کی طرح نظر
آرہی تھی۔ چونتیس درجے طول البلد مشرق کے خط سے ساڑھے
بارہ میل تک دونوں جانب وہ علاقہ تھا جہاں فریقین معاہدہ
قرص کی رو سے فوجی کارروائی یا مداخلت کے مجاز نہ تھے۔ پچیس
میل چوڑی پٹی پر صحرائے سینائی کے علاقے میں اقوام متحدہ کی زیر
جانبدار حکومت قائم تھی چنانچہ الور کو یہ خطرہ نہ تھا کہ دوست
یا دشمن ملک کے کسی جاسوس طیارہ کی آنکھ انہیں دیکھ لے گی۔

الور نے جیب سے نقشہ نکالا جس میں ہر مقام کی
نشاندہی صحیح فاصلے کے ساتھ کی گئی تھی۔ نقشے کی مدد سے کسی
جگہ کا اندازہ درست لگانے میں اس کا اپنا تجربہ زیادہ معاون
تھا۔ اس نے ایک نگاہ گھڑی پر ڈالی اور سر اٹھا کر سورج کی
پوزیشن کا تعین کیا۔ سولہ کلومیٹر دور تھا درد ڈھبی جوان کی
منزل تھی۔ مطمئن ہو کر اس نے نقشے کو پھر جیب میں رکھ لیا۔
روسیوں اور مصریوں کے وفود کو مغرب کی سمت سے آنا تھا
چنانچہ ان سے مڈبھیڑ کا کوئی امکان نہ تھا۔ ازدل دشمن کی طرح اس
نے امریکی نائب صدر کی جذباتی امن پسندی کے مظاہرے کو اپنے
مشن کی کامیابی کا سبب تسلیم کیا۔ اگر وہ فی الحقیقت اتنا سادہ
دل اور رجائیت پسند تھا تو امریکہ جیسے ملک کی صدارت کا اہل نہ
تھا۔ کیونکہ دنیا کی سیاست ایسی نہ تھی کہ اعتماد اور اعتقاد کی بنیاد
خوش فہمی پر رکھی جائے۔

منصوبہ امریکی نائب صدر کو راہ میں قتل کر دینے کا تھا۔
بظاہر حالات موافق تھے لیکن حالات سے زیادہ ناپائدار، غیر
یقینی اور تغیر پذیر شے زمین اور آسمان کے درمیان نہ تھی آخری
لمحات میں بھی تخت کے خواب تختہ دار پر ختم ہوتے تھے اور
کسی بھی کامیابی کے یقین کا انجام ناکامی کی بے یقینی پر ہوا تھا۔
ہٹلر اور ڈیگال کی جان لینے والوں کو فرشتہ اجل نے کسی قسم
کا لفٹ دیئے بغیر جان دینے پر مجبور کر دیا تھا۔ دنیا کی تاریخ
انہی اتفاقات کا مجموعہ تھی۔ الور نے کبھی اپنی وفاداری کو کسی کے
نام سے منسوب نہیں کیا تھا چنانچہ اب زندگی اور موت کے دونوں
محاذوں پر وہ تنہا تھا۔ وہ کسی کا نہ تھا۔ کہیں کا نہ تھا۔ کوئی اسے
اپنانے والا نہ تھا کیونکہ اس نے کسی کو نہ اپنایا تھا۔ کیا ناکامی کی
صورت میں ترانہ کی وہ تیس برس پرانی روسی آبدوز اسے دشمنوں
کے نرغے سے نکالنے آئے گی جو اسے دشمنوں کے درمیان چھوڑ
گئی تھی؟ ۔ الور کو اس معاملے میں کوئی خوش فہمی نہ تھی ۔
اسے مارنے والے ہاتھ بہت ہیں۔ بچانے والا ہاتھ کسی کا نہیں۔
تو کیا بقیہ زندگی اس قابل نہیں کہ اس کی آرزو بھی نہ کی جائے؟
نہیں۔ وہ مرنا کسی قیمت پر قبول نہیں کر سکتا۔ ایک وقت ایسا
ضرور آتا ہے جب انتخاب کا حق باقی نہیں رہتا اور موت ناگزیر
ہو جاتی ہے لیکن ابھی کون کہہ سکتا ہے کہ وہ آخری راستہ
بھی نہیں رہا جو سلامتی کا راستہ ہے۔ انتخاب اب بھی اس
کے ہاتھ میں ہے۔ وہ یہیں سے پلٹ سکتا ہے۔ کہہ سکتا ہے
کہ میرا فرض یہاں پورا ہوا۔ لیکن وہ امریکی نائب صدر کے قتل
کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتا تھا۔ ایسے بہت سے
مناظر اسکے ذہن کے البم میں یاد کا نقش بن کر محفوظ تھے۔
لیکن اسکے ساتھ ہی وہ یہ بھی چاہتا تھا کہ کھیل ختم ہوتے ہی
تماشائی کی طرح وہ اس رزم گاہ سے اپنی مسرت اور طمانیت
کے احساس کو لے کر نکل جائے۔ اور اس بات کی ضمانت کون
دے سکتا تھا۔ کیا ایسا کوئی طریقہ نہیں کہ سانپ بھی مر
جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔؟

سوچ بچار کے طویل پیچیدہ عمل سے گذر کر بالآخر اسکے
ذہن کے کمپیوٹر نے ضمانت کا کارڈ اسکے ہاتھ میں تھما دیا
جو اسکے مسئلے کا حل تھا۔ مارنے کی بجائے کیوں نہ وہ نائب
صدر کو یرغمال بنالے۔ اس کا سویا ہوا عزم نئی انگڑائی لے
کر بیدار ہو گیا۔ دماغ کے سارے پرزے اپنا اپنا کام کرنے
پر مستعد ہو گئے۔ جیسے کسی کارخانے کا مشینی نظام جو بجلی
بند ہونے سے معطل ہو گیا ہو بجلی آتے ہی چل پڑے۔ وہ اس
نئے منصوبے کے فوائد و نقصانات اور عواقب و نتائج پر غور
کرنے لگا۔ یقیناً سی آئی اے اور کے جی بی اور حروف تہجی
پر مشتمل دنیا بھر کے سراغرساں ادارے بالآخر سازش کرنے
والوں کے حامیوں کا پتہ چلا لیں گے۔ لیکن دنیا اس وقت
تک جنگ کے شعلوں کی لپیٹ میں آ چکی ہو گی۔ شاید
امریکی اسے روسیوں کی حرکت کہیں۔ اور روسی اسے نائب
صدر کی امن پسندی کے مخالفوں کی، یا امریکہ اور روس دونوں
مل کر چین کو مورد الزام ٹھہرائیں۔ بہر صورت وہ علاقہ اور
وہ ممالک جو اس وقت یوں بھی اندرونی اور بیرونی دشمنوں
سے برسرپیکار ہیں تیسری جنگ عظیم کے لئے بھی میدان
کارزار بن جائیں گے۔ لیکن وہ خود قطعی محفوظ رہے گا۔ کسی

گمنام گوشے سے خونریزی اور بربادی کے عفریت کو امن فوج کے مزار پر اپنا شیطانی رقص کرتے دیکھتا رہے گا۔ جب تک نائب صدر امریکہ بیلی کی جان اس کے ہاتھ میں ہوگی کوئی اس کی طرف ہاتھ نہ بڑھا سکے گا۔ اس کی جان محفوظ رہے گی۔ منصوبے میں یہ تبدیلی یقیناً اسکے نقطۂ نظر سے بہت سودمند تھی لیکن لیلےٰ اجمیل اور اس کے رفیقوں کے لئے بھی اپنے حریفوں سے اپنی تمام شرائط منوانے کا اس سے بہتر کوئی طریقہ نہ ہو سکتا تھا۔ وہ ایک امریکی نائب صدر کے بدلے سب کچھ مانگ سکتے تھے مثلاً اپنے ساتھیوں کی غیر مشروط رہائی جو اسرائیل کی قید میں حق کی سزا بھگت رہے ہیں۔

"لیلےٰ" الوز نے اپنی مسرت کو دباتے ہوئے لہجے کو پرسکون رکھا۔ "کیوں نہ ہم اس منصوبے میں تھوڑی سی ترمیم کرلیں۔ معمولی سا رد و بدل جو ہمارے حق میں فائدہ مند ہو۔"

"کیا ہے" لیلےٰ نے چونک کر پوچھا۔ "رد و بدل! اس وقت! تم ہوش میں تو ہو؟"

"ہاں میں نے بہت غور و خوض کے بعد یہ بات کہی ہے۔ ہم نائب صدر کو قتل کرنے کی بجائے اغوا کرلیں۔ ذرا اپنے ذہن سے قتل کا خیال نکال کر اس منصوبے کا جائزہ لو۔ عقل کے ایک پلڑے میں قتل کو رکھو اور دوسرے میں اغوا کو۔ دیکھو فائدے کے اعتبار سے کس کا جھکنا تمہارے اپنے حق میں فائدہ مند ہے۔ ایک آدمی کو مارنے سے زیادہ فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے یا ایک آدمی کے بدلے دس روپے وصول کر کے۔ کیونکہ وہ عام آدمی نہیں۔ امریکی نائب صدر ہے۔"

لیلےٰ اجمیل کی نگاہیں الوز پر جمی ہوئی تھیں لیکن اس کا ذہن انہی خطوط پر کام کر رہا تھا جو الوز کے ذہن میں ایک نئی صورتحال کو جنم دے چکے تھے۔ مسئلہ فیصلہ طلب تھا۔ اور فیصلہ معمولی نہ تھا مگر تمام سازشی ذہن اسی خط مستقیم پر چلتے ہیں جس کی انتہا تخریب کی منزل ہوتی ہے اور یہ ہمسفر جو ایک دوسرے سے ہم آہنگ ہو کر سوچتے ہیں ریلوے کی دو متوازی لائنوں کی طرح ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ لیلےٰ اجمیل نے الوز کی پوری بات آسانی سے سمجھ لی۔ اسکے دماغ نے بھی نفع نقصان کی بیلنس شیٹ فوراً اسکے ہاتھ میں تھما دی اور اس نے قتل کے منصوبے کو پھاڑ کر پھینک دیا۔ "تم واقعی شیطانی ذہن کے مالک ہو" لیلےٰ اس کی طرف دیکھ کر مسکرائی۔

"نہیں میڈم" اس نے سینے پر ہاتھ رکھ کر انکسار آمیز عاشقانہ لہجے میں کہا۔ "شیطان تو میرا ایک کند ذہن شاگرد تھا

آپ میری توہین کر رہی ہیں۔"

اینڈریو ایئر فورس بیس پر صدارتی جہاز پام اسپرنگ کو روانگی کے لئے تیار کھڑا تھا۔ صدر کو رخصت کرنے والوں میں ایڈمرل اسٹیوارٹ اور اسپیکر فاؤلر بارش سے بچنے کے لئے ایک ہی چھتری کے نیچے پناہ گزین تھے جو کسی محافظ نے ان کے سروں پر تھام رکھی تھی۔ صدر کی کار جہاز کے دروازے میں لگی ہوئی سیڑھیوں کی طرف بڑھتی آرہی تھی۔ جہاز کے اندر صدر کے پائلٹ کرنل ڈریٹن نے اپنے دونوں نئے ساتھیوں کو صدارتی پرواز کے تمام قواعد و ضوابط اور ادب و آداب سمجھا دیئے تھے۔ صرف ایک جملے میں۔" پرواز کے دوران بھول جاؤ کہ تمہارے اپنے علاوہ بھی کوئی جہاز میں ہے۔ جہاز اڑایا ہے پہلے کبھی"؟ اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"بحری جہاز سر۔؟۔ نو۔ کبھی نہیں" دونوں میں سے ایک نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ ان تینوں کا قہقہہ باہر تک سنائی دیا۔ ایڈمرل اسٹیوارٹ نے برا سا منہ بنایا لیکن صدر کی موجودگی میں انہیں فوجی ڈسپلن کا سبق نہیں دیا جا سکتا تھا۔ فاؤلر کے بعد اس نے مصافحہ کیا اور سفر کے خیریت سے گذرنے کے بارے میں اور آنے والے وقت کے لئے نیک تمناؤں کے بارے میں رسمی کلمات کہے۔ دروازہ بند ہوتے ہی انہوں نے اسپیکر پر وہ گفتگو سنی جو پائلٹ اور کنٹرول ٹاور کے درمیان ہو رہی تھی اور جسے خودکار آلات ریکارڈ کر رہے تھے۔ رم جھم پڑتی پھوار میں صدارتی طیارہ پھسلتا ہوا آگے بڑھا اور دور ہوتا گیا۔ اسکے نقوش مبہم ہو گئے۔ پھر اس نے رخ بدلا اور رن وے کے آخر سے دوڑتا ہوا عین ان کے سامنے سے گذر کر فضا میں بلند ہو گیا۔ اسکی وارننگ لائٹ مسلسل جل بجھ رہی تھی اور نیم روشن آسمان کے پس منظر میں صاف نظر آرہی تھی۔ جہاز کے لئے آگے تک راستہ بالکل خالی تھا۔ کسی اور جہاز کو ارد گرد کی فضا میں دور دور تک داخل ہونے کی اجازت نہ تھی اور ایئر فورس کے چار لڑاکا شارک طیارے محافظت کے لئے بادلوں کے بہت اوپر پرواز کر رہے تھے اور روئی کے گالوں پر اڑنے والے صدارتی طیارے پر چمکتی دھوپ پر نگاہ رکھے ہوئے تھے۔ انہیں بادلوں کی چادر کے نیچے کچھ نظر نہیں آرہا تھا مگر ان کے جہازوں میں وہ آلات تھے جو ہر سمت میں تین سو میل تک نگاہ رکھے ہوئے تھے۔

ایک پائلٹ نے صدر کے آفس پر ہلکی سی دستک دی اور

لیس" کی آواز سنکر اندر قدم رکھا۔ اس نے کبھی پہلے کسی صدر کا
دفتر نہیں دیکھا تھا۔ کسی صدر کو اتنے قریب سے نہیں دیکھا تھا۔
وہ چند سیکنڈ احمقوں کی طرح کھڑا رہا۔ پھر صدر کی سیکریٹری نے
اسکی مدد کی۔ "کیپٹن آپ کی حفاظتی بیلٹ باندھنا چاہتا ہے سر،
دس منٹ بعد جہاز اترے گا اور ممکن ہے خراب موسم کی وجہ سے
آپ کو جھٹکے محسوس ہوں۔" ہیلن نے کہا اور نئے پائلٹ کو دیکھا جو
اسکی مدد سے خاصا مطمئن اور شکر گذار نظر آتا تھا۔

"کیا یہ نیا پائلٹ گونگا ہے۔" صدر نے تمسخر یا غیر سنجیدگی
کے کسی شائبہ کے بغیر کہا۔ اور پڑھنے والا چشمہ اتار کر فائل ایک
طرف رکھدی۔ ہیلن مسکرائی۔ "نو سر۔ یہ نیا پائلٹ ہے ——
غالباً نروس ہے۔"

"نروس ہونے والے پائلٹ کیسے بن جاتے ہیں۔"
صدر نے نیم خفگی سے کہا۔ "کم آن ینگ مین۔"

ڈرٹمین نے پرواز کے ابتدائی مراحل طے کرلینے کے بعد
کمان دوسرے نئے پائلٹ کو دیدی تھی۔ جس کا یوں بھی کوئی
کام نہ تھا جہاز آٹو پائلٹ کی مدد سے پرواز کر رہا تھا۔ اس کا رخ
رفتار بلندی سب جہاز کے کمپیوٹر سے کنٹرول ہو رہے تھے ڈرٹمین
کا خیال تھا کہ پام اسپرنگ پہنچ کر وہ خود ہی جہاز اتارے تو بہتر
ہے۔ نئے پائلٹ لاکھ تجربہ کار سہی اور ایئر فورس کے بہترین
پائلٹ سہی فرض کی خلش کے باعث وہ ذمہ داری سے سبکدوش
ہونے کے لئے کسی دلیل کو قبول کرنے پر آمادہ نہ تھا۔ لیکن پام اسپرنگ
کنٹرول ٹاور سے رابطہ قائم ہوتے ہی اس نے اپنے جسم میں
کمزوری کی ایک لہر سی اٹھتی محسوس کی۔ کیا جہاز ڈگمگا رہا ہے۔؟
اس نے غور سے آلات کو دیکھا۔ جو ایک لمحہ کے لئے دھندلا گئے
تھے۔

"نہیں سر۔" نئے پائلٹ نے تعجب سے اسکی طرف دیکھا
پرواز تو اتنی ہموار تھی کہ اندر کچھ پتا بھی نہ چلتا تھا۔ نہ جھٹکا نہ تھرتھراہٹ
نہ شور۔

"تم.... تم جہاز اتار لوگے۔؟" ڈرٹمین نے پوچھا۔ نئے
پائلٹ نے اسکے ماتھے کی شکنوں کو ناگواری سے دیکھا۔ "میں نے
یہ جہاز سینکڑوں بار اتارا ہے سر۔ تربیت سے پہلے بھی اور
تربیت کے دوران بھی۔" نئے پائلٹ نے کہا۔ تربیت سے
اسکی مراد وہ تربیت تھی جو صدارتی جہاز کے ہر پائلٹ کو دیجاتی
تھی۔ خواہ اس کا سابقہ تجربہ اور ریکارڈ کتنا ہی شاندار
کیوں نہ ہو۔

"مجھے معلوم ہے۔" ڈرٹمین نے کہا۔ "میرا مقصد تمہاری
صلاحیت پر شبہ کرنا نہ تھا۔ نہ جانے کیوں مجھے محسوس ہو رہا
ہے کہ میں یہ کام نہ کرسکوں۔ حالانکہ یہ ذمہ داری میری ہے۔"

"آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے سر۔ آپ اطمینان
سے بیٹھئے۔ مجھے آپ کا دیا ہوا سبق یاد ہے۔ اب اس کا عملی
مظاہرہ دیکھئے۔" نئے پائلٹ نے شرمندگی سے کہا۔ ڈرٹمین
خاصی کوشش سے مسکرایا۔ درد جو پہلے کہیں ایک نقطہ تھا۔
دل کے درمیان۔ پھیل کر ایک دھبہ سا بن رہا تھا۔ اس نے
ہاتھ سے پسینہ صاف کیا اور صبح کے سورج کو دیکھنے کی کوشش
کی۔ سورج کی جگہ نارنجی شعلوں کی روشنی تھی۔ یوں جیسے دور
کسی جنگل میں آگ بھڑک رہی ہے۔ بڑے بڑے تناور درخت
شعلوں کی طرح جل رہے ہیں اور ان کی آگ سے آسمان
روشن ہے۔ درد کا دھبہ سیاہی کا بے ہنگم ٹکڑا بن کر سینے میں
پھیل گیا تھا۔ اسکی آنکھوں کے سامنے بار بار دھوئیں کے
بادل کی طرح آ جاتا تھا اور اس کا جسم ڈول رہا تھا۔ اس کا
جسم یا جہاز۔؟ اس نے پھر غور سے پینل پر نگاہ ڈالی لیکن درد
کا وجود اندھیرے کی چادر بن کر اب افق تا افق محیط ہونے لگا
تھا اور یوں لگتا تھا جیسے سورج نکلتے نکلتے پھر ڈوب گیا یا جہاز
پلٹ کر رات کی سمت چلنے لگا۔ "ایئر فورس ون۔ دس از پام
اسپرنگ۔"

"کرنل۔ کرنل۔" پائلٹ نے کہا۔ "کیا آپ ٹھیک ہیں۔"
"مجھے؟ مجھے کیا ہوا ہے۔ کیا مجھے معلوم نہیں کہ مجھے
کچھ نہیں ہوا۔" آوازیں بازگشت کی طرح لگتی تھیں۔ وہ سب
اسے تلاش کر رہے تھے۔

"بلندی؟۔ رفتار۔؟" اس نے پکار کر کہا۔
"دو سو پچاس ناٹ۔ بلندی سو فیٹ۔" یکلخت آواز دل
کا شور تھم گیا۔ ڈرٹمین کا بے جان وجود کنٹرول کالم پر گر گیا ——
ایک سو اسی پونڈ کا وزن۔ صدر کی گھڑی میں صبح کے ساڑھے
سات اور صحرائے سینائی میں نائب صدر کی گھڑی میں شام کے
پورے ساڑھے پانچ بجے تھے۔ لیکن پام اسپرنگ ایئر فیلڈ پر صدر کو
لینے کے لئے آنے والوں کے لئے وقت وہیں رک گیا۔ صدارتی
طیارہ حسب معمول بڑی سبک رفتاری سے آہستہ آہستہ
نیچے آرہا تھا سو فٹ کی بلندی پر یکلخت جھک گیا۔ اس کا منہ
نیچے کی طرف ہوگیا۔ شہاب ثاقب کی طرح جہاز زمین کی
سمت لپکا اور عمودا رن وے کی کنکریٹ سے بنی ہوئی سطح
سے ٹکرا گیا۔ دیکھنے والوں نے اپنی آنکھوں سے پورا منظر
دیکھا کہ دھماکہ ہوتے ہی ایئر فورس ون کے اور اس کے مسافروں

کے اور عملے کے ٹکڑے دور دور تک بکھر گئے اور ایئر فیلڈ پر ایک بہت بڑے الاؤ کے گرد سینکڑوں چھوٹے بڑے الاؤ روشن ہو گئے اور موسم بہار کی صبح میں پھولوں کی مہک کے ساتھ گوشت کے جلنے کی بو بھی شامل ہو گئی۔ لیکن اس کے بعد بھی وہ بہت دیر تک یونہی کھڑے رہے۔

*

شام کے چار بجکر پندرہ منٹ پر جنرل ولیم نے نائب صدر کے جلوس کو غیر فوجی علاقے کی سرحد پر چھوڑا اور اپنا ہیلی کاپٹر موڑ لیا۔ اسکی نگاہ بدوؤں کے ایک قافلے پر پڑی جو پہاڑی راستوں پر چونتیس طول البلد مشرق کے خط کے متوازی سفر کر رہا تھا۔

عین اسی وقت یروشلم میں ایران کے راستے پہنچنے والی تصویریں اسرائیلی ملٹری انٹیلی جنس کے ایک افسر کے سامنے رکھی تھیں۔ عرب علاقے کی سرگرمیوں سے باخبر رہنے کا اس کے سوا کوئی طریقہ نہ تھا کہ امریکی مواصلاتی سیارے کی تصاویر خریدی جائیں۔ یہ چھ تصویریں روسیوں کی فنی مہارت کا جیتا جاگتا ثبوت تھیں۔ انہوں نے سینکڑوں میل دور خلا میں معلق امریکی سیارے سے موصول ہونے والی تصاویر کو روس میں اپنے مواصلاتی اسٹیشن پر ریڈیائی لہروں سے فوٹوگراف میں تبدیل کر لیا تھا۔ اور اس طرح انلارج کیا تھا کہ سینائی کے امریکی علاقے کی تمام تفصیلات ان چھ تصویروں میں آ گئی تھیں سب سے اہم تصویر وہ تھی جس میں امریکی "شارک" جہاز روسی آبدوز سے تقریباً سو فٹ اوپر غوطہ مارنے کے انداز میں آویزاں تھا۔ تین ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے پرواز کرنے والا شارک جہاز اس ایک لمحے میں قید ہو گیا تھا جب خود امریکی سیارے نے اپنے ایک جانباز کی جرأت پرواز کو ریکارڈ کر لیا تھا کہ سند رہے اور بوقت ضرورت کام آئے۔ اور اسرائیلی جانتے تھے کہ اسکی ضرورت کیوں اور کب اور کہاں اور کیسے ہو گی۔ عالمی سیاست کے کھیل میں ترپ کا یہ پتا روس کے ہاتھ میں تھا امریکی اپنے قومی وقار کو شکست سے "بچانے" کے لئے کیا قبول کرینگے۔ معافی طلب کر کے اور مجرم کو سزا دینے کے مطالبے کے سامنے سر تسلیم خم کر کے؟ یا سارے احتجاج اور مطالبے کو مسترد کر کے اور مبارزت کا خطرہ مول لے کے۔؟

انٹیلی جنس آفیسر نے بے دلی سے تصویر کو میز پر ڈال دیا۔ امریکی تاریخ میں زوال کے دور کا ایک اور باب۔ اس نے دوسری تصویر کو دیکھا۔ صحرائے سینائی۔ امریکی فوجی کمان کا دفتر۔ "الشوط" کا سارا علاقہ۔ ایک ایک کر کے وہ تمام تصویروں پر نگاہ ڈالتا گیا۔ چوتھی تصویر پر اسکی نظر ٹھہر گئی۔ بدوؤں کا ایک قافلہ غیر فوجی علاقے سے پرے سینائی کے سمندری ساحل کی طرف جا رہا تھا۔ یہ علاقہ روسی فوج کے زیر انتظام تھا۔ غیر شعوری طور پر اس نے اونٹوں کی تعداد کو شمار کر لیا اور پانچویں تصویر اٹھالی۔ پھر وہی قافلہ۔ اس نے سینٹ کیتھرین کی خانقاہ کو پہچان لیا۔ پرانے معبد کی پتھریلی سیڑھیاں کوہ سینا کی ہم رنگ تھیں۔ غالباً یہ ان بدوؤں کا قافلہ تھا جو خانقاہ کے گرد اپنی بھیڑ بکریاں چراتے رہتے تھے۔ آخر انہیں اسی کلومیٹر دور ساحل کی طرف جانے اور آنے کی کیا ضرورت پیش آ گئی۔ اس نے آخری تصویر اٹھاتے ہوئے سوچا۔ یکلخت وہ تصویر جو اس نے رکھدی تھی اپنی جزئیات کے ساتھ اسکے تصور میں آ گئی۔ اس نے ہاتھ کی تصویر کو رکھدیا اور پانچویں تصویر پر نگاہ ڈالی۔ اس کا خیال بے بنیاد نہ تھا۔ قافلہ وہی تھا۔ سوائے ایک فرق کے۔ چوتھی تصویر کو ساتھ رکھ کے اس نے فرق کو واضح طور پر محسوس کیا۔ یہ تو اندھے کو بھی نظر آسکتا ہے کہ چوتھی تصویر میں جو پندرہ اونٹ تھے ان میں سے ایک پر کوئی سوار نہ تھا۔ پانچویں تصویر میں نہ صرف یہ کہ سوار بھی پندرہ ہو گئے تھے بلکہ اونٹوں کی پشت پر چھ لکڑی کے صندوقوں کا اضافہ ہو گیا تھا یہ پندرھواں آدمی کون تھا۔ اور ان چھ صندوقوں میں کیا لے کر آیا تھا۔؟ اس نے اپنے نائب کو آواز دی۔ آواز کے ساتھ ہی وہ اندر آ گیا۔ "یس میجر۔"

"یہ دو تصویریں دیکھو۔" اس نے حکم دیا۔

"دیکھ لیں سر۔ دونوں اچھی ہیں۔" میجر نے اسکی شکل دیکھی۔ "ارے بھائی ان کی اچھائی برائی سے ہمیں کیا۔ یہاں کوئی فوٹوگرافی کا مقابلہ تو نہیں ہو رہا ہے۔ یہ دیکھو کہ ان میں کیا فرق ہے۔ اور کیا نظر آتا ہے تمہیں۔ تم فدائین کے کیمپ میں جا گھسے تھے اور چھ مہینے ان کے مہمان رہے تھے۔"

ماتحت نے دونوں تصویریں اٹھالیں اور غور سے دیکھنے لگا۔ "نظر تو یہ لوگ بدو آتے ہیں سر مگر دوسری تصویر میں جو پندرھواں آدمی ہے عرب نہیں ہے۔ پہلی تصویر میں قافلہ روسی زیر انتظام علاقے میں ہے۔ دوسرے میں سینٹ کیتھرین کی خانقاہ کے قریب اور ان کے پاس چھ صندوقوں میں سامان ہے۔"

"رائٹ۔" میجر نے میز پر ہاتھ مارا۔ "روسیوں نے اپنے علاقے میں بدوؤں کے قافلے کو ایک لیڈر اور کچھ سامان فراہم کیا

ہے کیا یہ بات امریکی حکام کے علم میں آنی چاہیئے۔" اس نے جواب ملنے سے قبل ٹیلی فون اٹھاتے ہوئے کہا۔

"یقیناً آنی چاہیئے سر۔ اسلئے کہ قافلے کا لیڈر الوزلیش ہے البانیہ کی فوج کا ایک کرنل۔ میں اسے پہچانتا ہوں۔"

دس منٹ بعد اسرائیلی فوج کے ایک پیغام بر نے اپنی موٹر سائیکل جنرل ولیم کے دفتر کے سامنے روکی اور سیکرٹ سروس ایجنٹ ڈونالڈسن کو ایک پیکٹ تھما کر رخصت ہو گیا۔ ڈونالڈسن اسرائیلی انٹیلی جنس آفیسر کا پیغام ملنے کے بعد سے اس کا بے چینی سے منتظر تھا۔ وہ سیدھا جنرل ولیم کے کمرے کی طرف بڑھا جہاں صرف کیپٹن الزبتھ آدم موجود تھی۔

"مس الزبتھ۔ اسرائیلی حکام نے اطلاع دی ہے کہ عرب کمانڈوز کا ایک دستہ روسی علاقے سے غیر فوجی علاقے کی طرف آیا ہے۔ اور اس کا ثبوت یہ ہے۔" اس نے ایک پیکٹ سا آگے رکھ دیا۔ "لیکن انہیں فدائین کے ارادوں کا علم نہیں ہے۔ یہ بات جنرل ولیم کو معلوم ہونی چاہیئے۔ فوراً۔ اور انہیں آتے ہی یہ بھی بتا دیجیے کہ میں یہ خبر واشنگٹن ارسال کر رہا ہوں۔"

اس وقت شام کے پانچ بجے تھے۔ الزبتھ آدم کے اندازے کے مطابق جنرل کی واپسی کا وقت ہو گیا تھا۔ فدائین۔ کمانڈوز کا روسی علاقے سے ادھر آیا ہے۔ یہ سب بڑی تشویشناک باتیں تھیں۔ اس نے اپنے سامنے لگی ہوئی دوسری گھڑی کو دیکھا۔ اس میں سات بج رہے تھے۔ امریکہ میں صبح ہو رہی تھی۔

صدر کا طیارہ پام اسپرنگ کے قریب ہوگا۔ اس نے اندازہ لگایا۔ کیا واشنگٹن میں حکام یہ خبر صدر کو نہیں دیں گے۔ اول تو اس کی اتنی اہمیت نہیں۔ دوسرے ابھی یہ خبر کہاں ہے۔ جب تک یہ معلوم نہ ہو جائے کہ فدائین کی نیت کیا ہے اور اس وقت وہ کہاں ہیں۔ الزبتھ نے سوچا۔

فدائین اس وقت اقوام متحدہ کے مبصروں کے صدر دفتر سے چالیس کلومیٹر دور "التہاد" روڈ پر ایک ایسی جگہ تلاش کر رہے تھے جہاں وہ مورچہ سنبھال سکیں۔ نیلے اجمیل کی نگاہوں نے دو پہاڑیوں کو ترجیح دی جو زیادہ بلند نہ تھیں مگر سڑک کے موڑ پر واقع تھیں اور پتلی سی تنگ سڑک دونوں کے درمیان سے گزرتی تھی۔ پانچ بج کر پینتیس منٹ پر الوزلیش نے دوربین کی مدد سے نائب صدر کے جلوس کو آتے دیکھا۔ دس منٹ ابھی باقی تھے۔ اس نے اطمینان سے تمام فدائین کو ان کی اپنی پوزیشن اور ذمہ داری سمجھا دی اور خود بھی پہاڑی پر یوں لیٹ گیا کہ کسی کی نگاہیں اسے نہ دیکھ سکیں۔

مخالف سمت سے آنے والے روسی وفد کے بارے میں وائرلیس ریسیور پر اطلاع موصول ہو چکی تھی کہ نائب وزیر اعظم ٹھیک چھ بجے مبصروں کے صدر دفتر میں موجود ہوں گے۔ سارجنٹ رابنسن کے اندازے کے مطابق شاید وہ بھی معاہدے کی توسیع کی تقریب میں شریک ہونے کے لئے عین اسی وقت پہنچیں گے۔ ٹروپ کمانڈر ہونے کے باوجود وہ اعتماد کی کمی کا شکار تھا۔ وہ اتنے اہم مشن پر اتنی بڑی ذمہ داری قبول کر کے نکلا تھا اور تقریباً تہی دست تھا۔ کاش نائب صدر نے جنرل ولیم کی بات مان لی ہوتی۔ حفاظتی انتظامات ضرورت سے زیادہ ہوں تو کوئی نقصان نہیں ہو سکتا لیکن کم ہوں تو ہو سکتا ہے۔ خصوصاً اس علاقے میں جہاں امریکی دشمنوں کی تعداد باقی دنیا میں امریکی دشمنوں کی تعداد سے اگر زیادہ نہیں تو کم بھی نہیں۔

"اٹینشن ٹروپ کمانڈر۔" سارجنٹ رابنسن کے پیچھے آنے والی وائرلیس کے مواصلاتی نظام کے سازوسامان سے لیس ویگن میں سے کسی نے کہا۔

"ٹروپ کمانڈر۔" سارجنٹ رابنسن نے ہیڈ فون کے ماؤتھ پیس میں کہا۔ "کیا بات ہے۔؟"

"واشنگٹن سے اولمپس کا پیغام ہے۔" وائرلیس ویگن سے آپریٹر نے جواب دیا۔

رابنسن کے ذہن کو ایک جھٹکا لگا۔ "اولمپس؟ واشنگٹن سے۔" پھر اس نے ڈرائیور کی طرف دیکھا۔ "ان دونوں پہاڑیوں کے درمیان کانوائے کو روک دو۔ نائب صدر کے لئے پیغام ہے۔ صدر کی طرف سے۔" صدر کے اولمپس پیغامات کوڈ میں ہوتے تھے اور صرف نائب صدر انہیں سمجھ سکتا تھا۔ کسی تیسرے شخص کے لئے ان کا مطلب نکالنا ممکن نہ تھا۔ پھر رابنسن نے نائب صدر کو کانوائے رکنے کے اسباب سے مطلع کیا۔ "تھینک یو سارجنٹ۔" نائب صدر امریکہ بیلی نے کہا۔

○

جنرل ولیم کے پاس صدر امریکہ کی ہلاکت کی خبر پہنچ چکی تھی۔ اور اس وقت اس کے سامنے متعدد ٹیلی ویژن اسکرینوں پر مختلف تصاویر نظر آ رہی تھیں۔ ایک میں اقوام متحدہ کی امن فوج کے ہیڈ کوارٹر کا کانفرنس روم تھا۔ جس میں سویڈن کے گارڈ مستعد کھڑے تھے۔ نائب وزیر اعظم روس کے ساتھ جنرل الانوف اور پیچھے کی نشستوں پر وفد کے دیگر ارکان روسی مسلح محافظوں کی نگرانی میں کھڑے تھے۔ امریکی حصہ بالکل خالی پڑا تھا۔ دوسرے اسکرین پر واشنگٹن میں فوجی ہائی کمان کے دفتر کا "وار روم" نظر آ رہا

تھا جہاں سے دنیا بھر میں امریکی افواج کے ہیڈکوارٹرز سے مواصلاتی رابطہ قائم کیا جا رہا تھا۔ تیسرا اسکرین خالی تھا۔ ایکو سائرا کے مواصلاتی نظام میں کسی گڑبڑ کی وجہ سے نائب صدر کے جلوس کی تصویر اچانک غائب ہو گئی تھی۔ "ایکو سائرا کنٹرول ٹاور کے انجینئرز کے بار بار یقین دلانے کے باوجود کہ ان کے آلات بالکل صحیح کام کر رہے ہیں وہ مشتعل تھا۔ "تمہارا مطلب ہے نائب صدر کے کانوائے کا مواصلاتی نظام خراب ہو گیا ہے۔ ایڈیٹ۔ اس میں ایک نہیں دس متبادل نظام موجود ہیں۔" چوتھے اسکرین پر چیف آف دی جائنٹ چیف آف اسٹاف ایڈمرل اسٹیوارٹ کو نمودار ہونا تھا۔ اتنے میں ڈونالڈسن نے اس کے پاس آکر ان تصویروں کے بارے میں پوچھا جو اسرائیلی محکمۂ جاسوسی نے انہیں بھیجی تھیں۔

"مجھے کسی تصویر کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ڈونالڈسن۔" ولیم نے کہا۔

"میں نے کیپٹن الزبتھ آدم کو تقریباً دو گھنٹے پہلے ایک پیغام دیا تھا اور۔ یہ پیکٹ۔" اس نے چھ تصویریں نکالتے ہوئے کہا۔

"روسی آبدوز پر شارک۔" ولیم نے پہلی تصویر کو دیکھا۔

"اسے ڈیل کے کورٹ مارشل پر اٹھا رکھو۔ روسی اور کچھ نہیں چاہتے۔"

"یہ تصویریں دیکھئے۔" ڈونالڈسن نے اس کے ہاتھ سے پہلی تصویر لے لی اور دو تصویریں ایک ساتھ تھما دیں۔ پھر اس نے دونوں کے فرق پر اور اسرائیلی حکام کے اخذ کردہ نتائج پر کمنٹری شروع کی۔ جنرل ولیم نے نظر تصویروں پر رکھی اور کان ڈونالڈسن کی آواز پر رکھے۔

"اچانک رابطہ ٹوٹنے کی وجہ اب آپ کی سمجھ میں آ گئی ہو گی۔ یہ میرا اندیشہ نہیں یقین ہے کہ نائب صدر خیریت سے نہیں۔ وہ کسی روسی سازش کا شکار ہو چکے ہیں۔ ویت نام اور کوریا اور شام عراق، لیبیا ہر جگہ بیس برس سے ....."

"ان تصویروں سے روسی سازش ثابت نہیں ہوتی۔" ولیم نے بے دھیانی میں کہا۔ اس کا ذہن بیک وقت مختلف اور متضاد خیالات کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ پریشان کن تفکرات کے ہجوم نے اسے سوچنے سمجھنے اور فیصلہ کرنے کی قوت سے محروم کر دیا تھا۔

"جناب یہ تصاویر روسیوں سے حاصل ہوئی ہیں۔ انہیں دو دن قبل یہ بات معلوم تھی۔ انہوں نے ہمیں کیوں نہیں مطلع کیا۔ یہ فدائین انور کے ساتھ جس ساحل سے سامان لے کر لوٹے ہیں وہ روس کے زیرِ انتظام علاقے میں ہے۔ انور اس وقت البانیہ کی فوج میں کرنل کے عہدے پر فائز ہے اور البانیہ کے پاس درجن بھر پرانی روسی آبدوزیں ہیں۔ اس کے علاوہ میجر پیرس نے مبصروں کے ہیڈکوارٹر سے اطلاع دی ہے کہ سینٹ کیتھرین کی خانقاہ کا ایک راہب جو پچاس سال سے وہاں مقیم تھا نہایت مخدوش حالت میں سویڈن کے سپاہیوں کو گشت کے دوران صحرا میں پڑا ملا ہے۔ اس کے سر کے زخم اور اس کی عمر کو دیکھتے ہوئے تعجب ہوتا تھا کہ اس نے اتنا فاصلہ کیسے طے کر لیا۔ بیہوشی کے عالم میں وہ بڑبڑا رہا تھا کہ مسلمانوں نے حملہ کر دیا ہے۔ گیارہ سو سال بعد وہ پھر فاتح بن گئے ہیں۔ انہوں نے چرواہوں کو مار دیا ہے اور ان کے اونٹ پکڑ لئے ہیں۔ اس کی باتیں بے معنی نہیں تھیں جنرل ولیم۔ تصویر میں فدائین کا یہ گروہ عین خانقاہ کے علاقے میں ہے۔ انہیں اونٹوں کی ضرورت تھی اور اس علاقے میں وہ قریب ترین جگہ تھی جہاں سے ان کی ضرورت پوری ہو سکتی تھی۔ ان حالات میں اگر نائب صدر کے وحشیانہ قتل کی اچانک اطلاع آ جائے تو حیرت کی کوئی بات نہ ہو گی۔"

جنرل ولیم پر ساری صورتِ حال روزِ روشن کی طرح عیاں ہو چکی تھی۔ اگر بیلی نائب صدر سے صدر ہو جاتا تو اس کا اپنا مستقبل غیر یقینی ہو جاتا۔ لیکن اس صورتِ حال میں جب بیلی بھی نہ رہے تو دنیا کا مستقبل غیر یقینی ہو جاتا تھا کیونکہ آئین کی رُو سے صدر کا ایک جانشین اگر نائب صدر تھا تو نائب صدر کا جانشین اسپیکر۔ اس سے پہلے تو کبھی یہ نہ ہوا تھا کہ بیک وقت صدر اور نائب صدر کی عدم موجودگی میں اسپیکر نے یہ عہدہ سنبھالا ہو لیکن اب ایسا ہوتا نظر آ رہا تھا۔ جنرل ولیم کو معلوم تھا کہ اسپیکر فاؤلر کتنی کمزور شخصیت کا مالک ہے اور ایڈمرل اسٹیوارٹ اس پر کس حد تک حاوی ہے۔ صدارت عملی طور پر ایڈمرل اسٹیوارٹ کے ہاتھ میں رہنے سے صورتِ حال بالکل اُلٹ جاتی ہے۔ نائب صدر بیلی اگر فوج کے اقتدار کا ہی نہیں اس کے وجود کا بھی مخالف تھا تو اسٹیوارٹ زبردست قسم کا فوجی ڈکٹیٹر تھا۔ بیلی امن پسندی کی انتہا پر تھا تو اسٹیوارٹ جنگی جنون کی۔ اور جنرل ولیم خود غرض ہرگز نہ تھا۔ وہ اپنے مستقبل کو قربان ہوتے دیکھ سکتا تھا انسانیت کے مستقبل کو نہیں۔ اسے اندازہ ہو رہا تھا کہ اگر ڈونالڈسن کے اندیشے دُرست ہو گئے تو اس کے لئے اور دُنیا کے لئے کتنے کٹھن دور کا آغاز ہو گا۔ اور اس کی اپنی چھٹی حس جس پر اس نے ہمیشہ اعتماد کیا تھا اُسے یقین دلانے پر مُصر تھی کہ جو کچھ ڈونالڈسن نے سوچا ہے حرف بحرف دُرست ہے۔ ایڈمرل اسٹیوارٹ کی خواہش کے عین مطابق۔

"....خود صدر امریکہ کی ہلاکت ایک معمہ ہے۔ امریکی پریس قیاس آرائیوں کو سرخیاں بنا رہا ہے۔ جتنے منہ ہیں اتنی باتیں۔ کچھ کہتے ہیں انہوں نے جہاز میں گرنے سے قبل دھماکہ سنا تھا۔ بعض کا خیال ہے کہ صدر کا انتقال جہاز کے گرنے سے پہلے ہی ہو چکا تھا۔ دونوں نئے پائلٹوں پر دشمن کا ایجنٹ ہونے کا شبہ ظاہر کیا جا رہا ہے۔" ڈونالڈسن اٹک اٹک بول رہا تھا۔ لیکن جنرل ولیم کا ذہن سازش کے نام پر بھٹک گیا تھا۔ سازش کرنے والے صرف روسی ہی تو نہیں ہو سکتے۔ سازشی اندر اور باہر دونوں جگہ ہو سکتے ہیں۔ اور اگر کوئی یہ چاہے کہ ایک کے قتل کو روسی سازش قرار دے اور دوسرے کے قتل کو فدائین کی تو کیا یہ ناممکن ہے؟۔ اگر صدر کے جہاز کو حادثہ پیش آنے کا اور نائب صدر سے رابطہ ٹوٹنے کا وقت ایک ہی ہو تو اس سے کیا مطلب نکالا جا سکتا ہے۔ نائب صدر اپنی حماقت آمیز خوش فہمی کے باعث حفاظتی انتظامات کم سے کم رکھنے پر مصر تھا چنانچہ اس کا ٹھکانے لگانا کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ حالات موافقت میں تھے اور ان تصویروں سے ثابت ہو جاتا تھا کہ الزام صرف روسیوں کو دیا جا سکتا ہے۔ پھر تصاویر کا اسرائیل سے آنا چہ معنی دارد؟ ۔ اگر۔ بفرض محال۔ صدر کا پائلٹ بدل کر نائب صدر کے ساتھ کر دیا جائے اور اس کی جگہ نئے پائلٹ کو دیدی جائے جو کسی کا معتمد خاص ہو۔ جسے عین وقت پر جان بچانے کی ہدایات ہوں مگر موقع نہ فراہم کیا گیا ہو۔ جس سے وہ وعدے کئے گئے ہوں جن کا ایفا یوم حشر سے قبل کرنے کی کوئی صورت نہ رکھی گئی ہو۔ تو ایڈمرل اسٹیوارٹ کے لئے اقتدار سنبھالنے کی ہوس میں کیا ممکن نہیں۔؟ ایک گرگ باراں کے مقابلے میں طفل مکتب۔ بساط سیاست پر وزیر کے مقابلے میں پیدل ــــ

"کیپٹن ــ" وہ طوفان کی طرح الزبتھ آدم کے کمرے میں داخل ہوا۔ "سارے جہازوں کو حکم دیدو کہ وہ نائب صدر کی تلاش کے لئے مسلح پرواز کریں۔ ابھی۔ اسی وقت۔ تمام فوجی اور غیر فوجی علاقہ چھان ماریں۔"

الزبتھ آدم کا رنگ جو پہلے اسے یوں مشتعل دیکھ کر زرد پڑ گیا تھا اب سفید ہو گیا۔ "لیکن۔ لیکن سر... اقوام متحدہ... معاہدہ قبرص..." الزبتھ آدم نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

"ایسی کی تیسی دونوں کی ــ" ولیم نے دہاڑ کر کہا اور باہر نکل گیا۔ الزبتھ آدم بے جان ہو کر کرسی پر گر پڑی۔ وہ تو سمجھی تھی کہ تاخیر کے جرم میں وہ اس سے باز پرس کرنے آیا ہے۔ مگر وہ اپنے ہی پاؤں پر کلہاڑی مارنے آیا تھا۔ میرے خدا اس نے دعا مانگی۔ اسے معاف کر دینا۔ اسے حوصلہ دینا اس لئے کہ وہ نہیں جانتا کہ وہ کیا کر رہا ہے۔ پھر اس نے مردہ ہاتھوں سے ٹیلی فون اٹھایا۔ "ہلو ایکو سیرا کنٹرول ـــ"

○

نائب صدر کے کانوائے میں مرنے والا پہلا شخص ایئر فورس کی وائرلیس ویگن کا لیفٹننٹ تھا جو مواصلاتی رابطے کے پورے نظام کا نگراں تھا۔ انور کی ہدایات کے مطابق فدائین کی دو مشین گنوں کے دو سو راؤنڈ بم سے زیادہ تباہ کن ثابت ہوئے۔ انہوں نے ویگن کو چھلنی کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی شعلے بھڑک اٹھے اور ویگن مڑتے تڑے لوہے کے بے ہنگم ڈھیر میں تبدیل ہو گئی۔ چونتیس درجہ طول البلد مشرق کے خط امن پر ہونے والی جنگ کے اس خونی ڈرامے کو اب نہ کوئی دیکھ سکتا نہ سن سکتا تھا۔

یہ بڑا عجیب اتفاق تھا کہ کانوائے خود اس مقام پر آ کر رک گیا تھا جو اس کی آخری منزل تھی۔ فطرت قدم قدم پر ان کے لئے حالات کی موافقت کے اسباب پیدا کر رہی تھی اور یہ انور کے لئے تائید ایزدی کے مترادف تھا۔ ایک گاڑی کی ہیڈلائٹس دوسری کو روشن کر رہی تھیں چنانچہ فدائین کے لئے نشانہ لینا کوئی مسئلہ نہ تھا۔ دس منٹ کے اندر اندر انور کی ہدایات پر عمل کرتے ہوئے فدائین اپنی ایم۔۳۶ قسم کی آٹومیٹک رائفلوں سے کانوائے کو نرغے میں لے چکے تھے۔ ایک دستی بم نے فوجیوں اور اسلحے سے بھرے ہوئے ٹرک کو دھماکے سے فضا میں منتشر کر دیا۔ دوسرے بم نے غیر مسلح پریس کے نمائندوں کا کام تمام کر دیا جو چیختے چلاتے بدحواسی کے عالم میں ٹرک سے اتر کر فرار ہونے کی کوشش میں مصروف تھے۔ اس افراتفری میں جو نیچے اتر آئے تھے گولیوں کا یا بم کے آتشیں ٹکڑوں کا یا گارڈ یول کے گولی کی طرح سنسناتے آہنی ٹکڑوں کا نشانہ بن گئے تھے۔ امن کی توسیع کی تقریب میں شریک ہونے والے ریگ صحرا میں اپنے لہو سے تاریخ کا ایک باب لکھ رہے تھے اور تپتی گرم ریت ان کے تڑپتے جسموں کے لہو سے اپنی پیاس بجھا رہی تھی۔ رات کے ساتھ ساتھ ان کے جسم سرد پڑ رہے تھے۔

انور نے اس سیاہ حبشی سارجنٹ کا تین بار نشانہ لیا جو پتھر کے مجسمے کی طرح بے خوف و خطر کھڑا رہا تھا اور اپنے ریوالور کی چھ گولیوں سے چھ فدائین کی جان لے چکا تھا۔ پوری فراخدلی سے اس نے حبشی کی بہادری کو تسلیم کیا اور سردست اس کی جاں بخشی کی۔ اگر فطرت اسے زندہ رکھنے پر آمادہ تھی تو اس پر گولیاں ضائع کرنے کا کوئی فائدہ نہ تھا۔ انور موت کا ایک دن اور ایک وقت معین ہونے کے فلسفے کا دل سے قائل تھا۔

بریگیڈیئر زوڈوک کے وہ محافظ جو یوزی مشین گن لئے بیٹھے

تھے بڑی مستعدی سے مر گئے تھے۔ کوئی مزاحمت کئے بغیر۔ مزاحمت کرنے کا انہیں کوئی موقعہ ہی نہ ملا تھا۔ اس سے پہلے کہ انہیں معلوم ہوتا کہ گولی کہاں سے آئی وہ مر چکے تھے۔ بریگیڈیئر زوڈوک نے کار کا دروازہ کھول کر فوجی تربیت کے اصولوں کے عین مطابق فرار ہونے کی کوشش کی تھی لیکن ایک گولی اس کے سینے کو چیرتی ہوئی اس سے آگے نکل گئی اور وہ چند قدم دوڑ کر دھم سے ریت پر منہ کے بل گرا اور کوئی آواز نکالے بغیر ساکت ہو گیا۔

کیپٹن رابن پچھلی سیٹ سے اُتر کر کار کے فرش پر دو زانو بیٹھ گئی تھی اور خود کو اگلی اور پچھلی سیٹوں کے درمیان چھپانے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔ اسے یہ معلوم نہ ہو سکا تھا کہ حملہ آور کون ہیں اور اس قتل و غارت گری کا مقصد کیا ہے لیکن اسے تمام ہنگامے، کشت و خون کی فریاد و فغاں اور بموں کے دھماکوں، گولیوں کی آوازوں اور مرنے والوں کی لرزہ خیز چیخ و پکار کے درمیان صرف ایک خیال تھا۔ اگر ولیم بھی ساتھ ہوتا تو کیا تھا۔ اسے موت کا خوف نہ تھا۔ ولیم کا خیال تھا کہ وہ آئے گا تو سہی مگر اس وقت جب شاید دوپہر ہو چکی ہو گی۔ اور وہ اسے کچھ نہ بتا سکے گی۔ جو وہ بتانا چاہتی تھی کہ وہ اس سے اپنا مذہب بدل کر شادی کرے گی۔ چنانچہ جب لیلےٰ اجمیل نے کار کے کھلے دروازے سے اسے سرنگوں بیٹھے دیکھا تو وہ ولیم کا تصور کئے بیٹھی تھی کہ ولیم اس کی خون آلودہ لاش کی کھلی آنکھیں دیکھے تو سمجھے کہ مرتے وقت اس کی آنکھوں میں اسی کا عکس تھا اور اس کے دل میں اسی کا خیال تھا۔ وہ مرتے وقت تنہا نہ تھی۔ وہ امریکہ میں تھی۔ اپنے گھر میں۔ اپنے بچوں کے ساتھ۔ اپنے ولیم کے ساتھ اپنے خوابوں کے ساتھ۔

"تم یہودی ہو؟" لیلےٰ اجمیل نے نفرت سے کہا اور رابن نے بے خوفی سے ریوالور کی نالی کی طرف دیکھا۔ یہ بڑا مشکل سوال تھا۔ اگر وہ اس سے پوچھتی کہ تم ولیم سے محبت کرتی ہو یا نہیں تو وہ پورے یقین سے اقرار کر سکتی تھی۔ اگر وہ اس سے پوچھتی کہ کیا تم اپنے دشمن سے آشنا ہو تب بھی وہ اسی یقین سے انکار کر سکتی تھی۔ لیکن لیلےٰ اجمیل کے سوال کا اس کے پاس یقینی جواب نہ تھا۔ "تم... تم کون ہو؟" وہ بولی۔

"میں؟" لیلےٰ نے تعجب سے اس لڑکی کو دیکھا جو اسرائیلی کیپٹن کی وردی پہن لینے کے باوجود اسے نہیں پہچانتی تھی۔ "میں لیلےٰ اجمیل ہوں۔"

"لیلےٰ اجمیل" رابن نے زیر لب دُہرایا۔ "لیلےٰ اجمیل تم سے کسی نے محبت کی ہے؟ تمہیں کسی نے چاہا ہے؟"

"ہاں۔" وہ بولی "میں نے اپنے وطن سے محبت کی تھی، جسے تم نے چھین لیا۔" اسے حیرت تھی کہ وہ لڑکی ذرا بھی خوفزدہ نہ تھی۔

"میں نے؟ میں نے تو کسی کا گھر نہیں چھینا۔" رابن نے کہا۔ "میرا تو اپنا بھی کوئی گھر نہیں۔ میں تو اس محبت کی بات کر رہی تھی جو فرض سے الگ ہوتی ہے۔ جو ایک آدمی دوسرے آدمی سے کرتا ہے۔ ایک مرد اور عورت کی محبت۔ جیسی... جیسی ولیم کو مجھ سے اور مجھے ولیم سے ہے۔" رابن نے کہا۔

"ولیم... جنرل ولیم۔ امریکی کمانڈر۔" لیلےٰ اجمیل نے یوں کہا جیسے کسی نے اسے گالی دیدی ہے۔ اسے اچانک وقت کی کمی کا اور فرض کا خیال آیا۔

"ہاں۔" رابن نے سوچتے ہوئے آہستہ آہستہ کہا۔ "وہ اسے کہہ دینا کہ... لیکن اسے پوری بات کہنے کا موقعہ نہ ملا۔ پہلی گولی سیدھی اس کے دل میں اُتر گئی۔ معبد عشق کو ڈھانے۔ خوابوں کے صنم خانے ویران کرنے۔ لیکن اس دل میں حسرت تعمیر کے سوا کیا تھا۔ "کہہ دینا کہ میں"۔ اس نے لہو کے اُبلتے ہوئے فوارے کی طرف دیکھے بغیر کہا: "کہ میں نے... میں نے اسرائیلی فوج کی ملازمت... ملازمت سے مستعفی ہونے کا فیصلہ کر لیا تھا... میں اس... اس کی خاطر اپنا مذہب بدلنے کو... تیار تھی۔" وہ سمٹی سمٹائی اپنے ہی لہو میں غرق موت کے اندھیرے میں آخری پیغام دیتی رہی۔ "تم نے کہا تھا... کہ تم... تم مجھے... مجھے ساتھ... ساتھ لے جا سکتے ہو۔ میرے... ساتھ نہیں چل... سکتے۔ اس لئے... کہ تم جنرل ہو... اور میں کیپٹن۔" وہ موت کے کرب میں مسکرائی۔ اُسے ولیم کی بات یاد آئی جو اب عین اُس کے سامنے کھڑا تھا۔ اس وقت... تو ہم دونوں... وردی میں ہیں...

"مکار یہودی۔" لیلےٰ اجمیل نے یہ آخری گولی چلانے کے بعد ریوالور پھینک دیا اور ایک مُردہ سپاہی کی یوزی مشین گن سنبھال لی۔ "سازش کو بھی محبت کا نام دیتی ہے۔" اس بیوقوف لڑکی کے احمقانہ سوال کا گولی کے سوا کیا جواب ہو سکتا تھا۔

نائب صدر کی کار پر کسی نے گولی نہیں چلائی تھی۔ لیلےٰ اجمیل نے ایک حبشی سارجنٹ کو رائفل کے کندے سے کار کی ہیڈ لائٹس توڑتے دیکھا۔ وہ آخری روشنی بھی بجھ گئی جس میں دوست اور دشمن کی تمیز ہو سکتی تھی۔ "گٹ آؤٹ سر۔" رابنسن نے اندھیرے میں سرگوشی کی۔ "سر جھکا کے سیدھی دوڑ لگائیے۔ پیچھے دیکھے بغیر۔" بیلی نے سیڈل کے باہر گرنے کی آواز سنی۔ پھر حبشی کے سیاہ ہاتھ نے اندھیرے میں اس کا ہاتھ تھام لیا۔ دوسرے

لمحے وہ باہر تھا۔ اس نے خونریزی کے سارے منظر کو خاموش تماشائی کی طرح دیکھ کر سمجھ لیا تھا کہ کسی گولی کا رُخ اُس کی سمت کیوں نہیں اور جو مارے جا رہے ہیں وہ آخر کس کی وجہ سے مارے جا رہے ہیں۔ اس نے فوراً تسلیم کر لیا تھا کہ جنرل ولیم کی بات نہ مان کر اس نے زندگی کی سب سے بڑی اور شاید آخری غلطی کی تھی۔ اب سوچنے کا وقت نہ تھا۔ اس نے ایک سیاہ فام سارجنٹ کی بات بھی مان لی۔ اس نے سینڈل کو ہاتھ پکڑ کر کھڑا کیا اور سڑک سے دور بھاگنے لگا۔ پہاڑیوں کی اوٹ میں وقتی طور پر پناہ تھی۔ وہ دو مرتبہ پتھروں سے ٹھوکر کھا کر ریت پر گرا اور ایک بار اس نے سینڈل کو اٹھایا لیکن لمحہ بہ لمحہ ان کے اور حملہ آوروں کے درمیان فاصلہ بڑھتا رہا۔ کوئی گولی ان کے تعاقب میں نہ آئی۔ "سینڈل..." اس نے ہانپتے ہوئے کہا۔ "روسی ضرور آئیں گے... ہم وقت پر نہ پہنچے تو... امن فوج کا دستہ ہماری تلاش میں آتا ہی ہو گا۔" اس نے پہاڑی کا موڑ کاٹا۔ "جنرل ولیم کو تو دیر لگے گی۔"

"یس مسٹر پریزیڈنٹ۔" سینڈل نے کہا۔ "نہیں ہماری روانگی کی ہی نہیں ہمارے سفر کے ہر منٹ کی خبر ہو گی۔ ہمارا مواصلاتی رابطہ دونوں طرف قائم تھا۔"

"سوری مسٹر پریزیڈنٹ۔" کسی نے پر سکون لہجے میں کہا۔ اس کے ساتھ ہی ٹارچ لائٹس ان کے چہروں پر پڑیں۔ ان کے قدم یکلخت رُک گئے۔ وہ بدوؤں کے حلقے میں آٹومیٹک رائفلوں کی زد میں کھڑے تھے۔ "ہم روانہ ہو رہے ہیں۔ کسی کو یہاں پہنچ کر لاشوں کے سوا کچھ نہیں ملے گا۔" اسی آواز نے کہا۔ وہاں ایک عورت بھی کھڑی تھی۔ یوزی مشین گن لئے۔ اور بہت سے اونٹ بیٹھے جگالی کر رہے تھے۔ اندھیرے میں ان کی لمبی لمبی گردنیں ہلتی نظر آ رہی تھیں ورنہ وہ بھی چھوٹی موٹی سیاہ چٹان لگتے تھے۔ "آپ نے تو کبھی بھی اس صحرائی جہاز پر سفر نہیں کیا ہو گا لیکن اس میں کوئی بات آپ کے جمہوری روایات کے خلاف نہیں۔ آپ کے ایک مرحوم صدر پاکستان کے دورے میں بشیر نامی ساربان کے اونٹ پر سوار ہو چکے ہیں۔" وہ ہنسا۔ "وہ بھی آپ کی طرح اچانک صدر بنے تھے۔"

"کیا بشیر ساربان کی طرح آپ انور کو بھی شرف میزبانی بخشیں گے جناب صدر۔" وہ عورت بولی۔

"لیلےٰ۔ یہ اس سے بہتر ڈرامہ کریں گے۔ تم مذاق چھوڑ دو۔ جو زخمی ہیں انہیں ٹھکانے لگا دو۔" انور نے کہا۔

جب دست و پابستہ صدر امریکہ بیلی اور چیف جسٹس سپریم کورٹ امریکہ اونٹ پر ایک ساتھ سوار ہو رہے تھے تو انہوں نے

چند آخری فائر تھے۔ پھر قافلہ رات کے اندھیرے میں کسی نامعلوم منزل کی طرف روانہ ہو گیا۔ کبھی کبھی آدمی تمام دنیا کو غلط کہتا ہے اور اپنی غلط بات کو درست سمجھنے کی خوش فہمی میں مبتلا رہتا ہے۔ اس کا خیال تھا کہ نظریات میں لچک ضرور ہوتی ہے۔ انہیں حالات کے سانچے میں ڈھالا جا سکتا ہے۔ بدلا جا سکتا ہے اور نئی صورت دی جا سکتی ہے۔ لیکن اسے یہ معلوم نہ تھا کہ نظریات شیشے کی طرح ریزہ ریزہ بھی ہو سکتے ہیں۔ ٹوٹ کر یوں بھی بکھر سکتے ہیں جیسے حادثے کے بعد کاروں کے شیشے بکھر جاتے ہیں۔ خیر اچھا ہوا جو صدارت کا منصب سنبھالنے سے قبل ہی حقیقت کے پتھر نے امن پسندی کا یہ شیش محل بھی توڑ دیا۔ وائٹ ہاؤس کی دیواریں پتھر ہی کی ہونی چاہئیں۔

"نہیں پیٹری..." اسپیکر فاؤلر نے اپنی داشتہ کے سینے پر سر رکھ کر بچوں کی طرح مچلتے ہوئے کہا۔ "حادثات بار بار نہیں ہو سکتے۔ اور یہ حادثات صرف ہمارے ساتھ ہی کیوں۔ پہلے کینیڈی اور اب۔" پیٹری نے اس کے گنجے سر کے کناروں پر لٹکتی ہوئی لٹوں کو اپنے ہاتھوں میں تھام لیا۔ "فاؤلر۔ کیا تم صدر نہیں بن سکتے۔" فاؤلر اُٹھ بیٹھا اس کا مختصر قد بڑھا ہوا پیٹ اور سینے کا لٹکتا ہوا گوشت پیٹری کے چالیس سالہ ڈھلکتے ہوئے جسم کے مقابلے میں زیادہ معنی خیز نہیں لگتا تھا۔ اس کی ساٹھ سال کی عمر کو مدنظر رکھتے ہوئے ایڈمرل اسٹیوارٹ اس کے لئے ہمیشہ ایسی عورتوں کا انتخاب کرتا تھا جن کے عہد شباب کے آخری دور میں حسن و دلکشی کا آفتاب غروب ہو چکا ہو لیکن اُفق کے اُجالے کی طرح جنسی کشش باقی ہو۔ جو خود اب کم عمر بانکے سجیلے نوجوانوں کے لئے دلکشی کھو چکی ہوں لیکن سنجیدہ عمر کے دولت مند یا اہم افراد رتبے اور وقار کو ضرورت سمجھ کر قبول کریں اور انہیں تنہائی اور تھکن کا اور بڑھاپے کے خوف کا شکار نہ ہونے دیں۔ پیٹری اس فن میں ماہر تھی۔

"نہیں۔" فاؤلر نے تھکے ہوئے لہجے میں کہا۔ "اب اس کے لئے وقت نہیں رہا۔ میں اب صدر نہیں بن سکتا۔"

"کیوں" وہ اٹھلا کر بولی۔ "فرض کرو نائب صدر بھی مارا جائے۔"

"پیٹری۔" اس نے سہم کر پیٹری کو دیکھا۔ "تم یہ کیسی باتیں کر رہی ہو۔ میں تمہارے پاس سکون کے لئے آتا ہوں۔" اس کے حلق کا ذائقہ کڑوا ہو گیا تھا۔ عورت بہرحال خود غرض ہوتی ہے۔ ہمیشہ استحصال چاہتی ہے۔ اور یہ دنیا یوں ہمیشہ اس کا استحصال کرتی آئی تھی کہ اب وہ قوت فیصلہ سے بھی بالکل محروم ہو چکا تھا۔ ایک اس کی بیوی تھی جو اس کی کمزوری سے نباہ نہ کر سکی تھی۔ باقی دنیا سے تو اس کا نباہ بڑی خوبی سے ہو رہا تھا کیونکہ اس نے دنیا کے ہر

شخص کی فیصلے کا وقت دیئے بغیر فیصلہ کرنے کی عادت کو تسلیم کر لیا تھا۔

خواب گاہ کا دروازہ یوں دھماکے سے کھلا کہ فاؤلر اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ لمحہ بھر کے لئے اسے اپنے حواس پر دھوکا ہوا لیکن بیٹری نے حقیقی قسم کی چیخ ماری جس میں انداز کی شوخی کے بجائے خوف تھا۔ تو اسے یقین آیا کہ جو کچھ وہ دیکھ رہا ہے وہ نہ خواب ہے نہ کسی جنگ کی فلم کا ٹکڑا۔ مشین گنوں سے مسلح تین امریکی فوجی ایک سارجنٹ کی قیادت میں کسی اطلاع کے بغیر اندر گھس آئے تھے اور وہ اپنے بھدے جسم کی بدصورت عریانی کے ساتھ ان کے سامنے نہایت مضحکہ خیز انداز میں کھڑا تھا۔ یہ احساس کہ کسی نے صدر امریکہ کو یوں نہ دیکھا ہوگا شاید صرف مداخلت کرنے والوں کے ذہن میں ہوگا۔ ”کون ہو تم؟“ اس نے ڈرتے ڈرتے نائٹ گاؤن کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

”آپ اسمبلی کے اسپیکر فاؤلر ہی ہیں؟“ سارجنٹ نے سیلوٹ کرتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔“ فاؤلر نے سیلوٹ پر اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا۔ ”مگر اس طرح تو تم کسی عام شہری کے گھر میں بھی داخل نہیں ہو سکتے۔“

”یس سر۔ مگر آپ عام شہری نہیں ہیں۔“ سارجنٹ نے کہا۔ ”ہمیں یہی حکم تھا کہ آپ کو جہاں بھی اور جس حالت میں بھی ہوں پوری حفاظت کے ساتھ فوراً ”وار روم“ پہنچا دیا جائے اور اگر آپ مزاحمت کریں تو گرفتار کر کے لے جایا جائے۔“

”کون تھا یہ حکم دینے والا۔؟“ خفت اور غصے سے فاؤلر کا چہرہ گرم ہو گیا اور کان سرخ ہو گئے۔

”ایڈمرل اسٹیوارٹ سر۔ چیف آف دی جائنٹ چیف آف اسٹاف۔“ سارجنٹ نے اٹین شن رہتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ یہ۔“ فاؤلر نے سوچا۔ تو طاقت کے استعمال کے مظاہرے کو یوں بے محل استعمال کرنے والا ایڈمرل اسٹیوارٹ تھا۔ آدمی سے زیادہ ایٹم بم۔ جس کے دماغ میں بھی مغز کی جگہ بارود بھرا ہوا ہے اور رگوں میں لہو کی جگہ مائع ہائیڈروجن دوڑ رہی ہے جس کے کان اینٹینا ہیں اور آنکھیں راڈار۔

”کیا تم بتا سکتے ہو کہ مجھے کس ہنگامی ضرورت کے تحت طلب کیا گیا ہے۔“ فاؤلر نے اشارے سے بیٹری کو کپڑے پہننے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ جس انداز سے وہ چادر لپیٹ کر غسلخانے کی طرف بڑھی اس سے ایک سپاہی کو خاصا محظوظ کیا اور فاؤلر کو زیرِ لب مسکراہٹ کی جھلک دکھائی دی جسے اس نے حسبِ عادت نظرانداز کر دیا۔ ”نو سر۔ ہمیں کچھ نہ بتانے کا حکم ہے۔“ سارجنٹ نے کہا۔ اس کا چہرہ بالکل منجمد اور ہر طرح کے جذبات سے عاری تھا۔

”اوکے۔ تم باہر ٹھہرو۔ میں لباس بدل لوں۔“ فاؤلر نے کہا

”نہیں سر۔ ہمیں حکم ہے کہ آپ کو ایک لمحے کے لئے نگاہوں سے اوجھل نہ ہونے دیں۔ آپ لباس بدل سکتے ہیں۔“ سارجنٹ نے کہا۔ اور فاؤلر نے دل ہی دل میں ایڈمرل اسٹیوارٹ کو گالی دی اور کپڑے پہن کر ان کے ساتھ روانہ ہو گیا۔ اس کی سمجھ میں اب بھی نہ آیا تھا کہ اس کے آگے پیچھے مسلح محافظ کیوں چل رہے ہیں اور ایسا کونسا جرم نادانستگی میں سرزد ہو گیا تھا کہ اسے یوں طلب کیا گیا تھا۔ وہ اسے ایڈمرل اسٹیوارٹ کا مذاق سمجھنے پر تیار نہ تھا۔ جس مزاح سے اس کا بھلا کیا تعلق۔ جب محافظ موٹر سائیکل سواروں کا دستہ اس کی پرچم لگی کار کے آگے روانہ ہوا تو بات تھوڑی سی واضح ہوئی۔ غالباً صدر کی موت کے بعد بیلی نے نائب صدر کا عہدہ چھوڑ کر صدارت سنبھال لی ہے اور اسے نائب صدر نامزد کر دیا ہے لیکن ”وار روم“ تک پہنچتے پہنچتے وہ اس خیال کو بھی مسترد کر چکا تھا۔ بیلی کبھی ایڈمرل اسٹیوارٹ سے ملک کے نائب صدر کو یوں لانے کے لئے نہ کہتا۔ یہ اسٹیوارٹ اور صرف اسٹیوارٹ کر سکتا تھا مزید یہ کہ بیلی تو ہزاروں میل دور بیٹھا تھا۔ محافظ دروازے پر رک گئے۔ وار روم میں داخل ہوتے ہی وہ پھٹ پڑا۔ ”اسٹیوارٹ۔ یہ کیا مذاق تھا۔“ پھر اس نے دوسرے افراد کی صورتوں کو دیکھا آرمی اور ایئر فورس اور نیوی کے چیف آف اسٹاف ایک ساتھ سیلوٹ کے انداز میں ہاتھ اٹھائے کھڑے تھے۔

”یہ آپ کی حفاظت کے لئے ضروری تھا۔ صاحب صدر۔“ ایڈمرل اسٹیوارٹ نے مسکرا کر کہا۔

”میری حفاظت؟۔ پہلے کبھی خیال نہیں آیا تمہیں اس کا۔“ فاؤلر نے اس کے آخری الفاظ نہیں سنے تھے۔

”پہلے آپ ملک کے صدر نہیں تھے جناب والا۔“ اسٹیوارٹ نے اسی شائستگی سے کہا۔ ”نائب صدر کے انتقال کے بعد آئین کی رُو سے منصب صدارت پر آپ خود بخود فائز ہو گئے ہیں۔“ الفاظ بم کی طرح پھٹے اور فاؤلر کو مفلوج کر گئے۔ اس نے جملے کا باقی حصہ نہیں سنا۔

”ہمیں یہ روسیوں کی سازش معلوم ہوتی ہے۔ ایک ہی وقت میں صدر اور نائب صدر کا مارا جانا اتفاق نہیں کہلا سکتا۔ اس کے علاوہ ہمارے پاس ثبوت تھا۔ ہم آپ کی جان کا خطرہ مول نہیں لے سکتے تھے۔ کون جانتا ان کا تیسرا شکار آپ ہو جائیں۔“

فاؤلر نے متوحش نظروں سے تینوں چیف آف اسٹاف کی صورتوں کو دیکھا جو اپنی اپنی وردی پر تمام تمغے سجائے بالکل سنجیدہ کھڑے تھے۔

وہ ایک صوفے پر بیٹھ گیا لیکن خلاف توقع و معمول باقی سب لوگ بدستور مودب کھڑے تھے۔ "پلیز جنٹلمین۔" فاؤلر نے ہاتھ کے اشارے سے ان سب کو صوفوں پر بیٹھنے کے لئے کہا۔ وہ وار آفس کے کانفرنس روم میں گول میز کے گرد لگے ہوئے صوفوں پر بیٹھ گئے۔

"میں ابھی تک صورت حال کو نہیں سمجھ سکا۔" فاؤلر نے کہا۔

"جناب والا۔" ایئر فورس کے چیف نے کہا "ہماری اس گفتگو کا علم اس کمرے کی چار دیواری کے باہر کسی کو نہیں ہونا چاہئے۔"

"جناب صدر۔ یہ صورت حال انتہائی نازک اور سنگین ہے۔"

"اسٹیوارٹ۔" فاؤلر نے بے چینی سے کہا "یہ تمہید قطعی غیر ضروری ہے۔ تم بتاؤ کیا بات ہے؟"

"یس سر۔" اسٹیوارٹ نے فاؤلر کے تحکمانہ لہجے کے جواب میں ماتھے پر شکن ڈال کر کہا۔ دونوں چیف آف اسٹاف خفیف ہو کر چپ ہو گئے تھے اور اب ایڈمرل اسٹیوارٹ کی طرف امداد طلب نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ "گرین وچ مین ٹائم کے مطابق سوا دو بجے نائب صدر امریکہ اپنے وفد کے ہمراہ اس غیر فوجی علاقے میں داخل ہوئے تھے جو اقوام متحدہ کے مبصروں کے زیر انتظام ہے۔ شام کے چھ بجے ان کی ملاقات مبصروں کے ہیڈ کوارٹر واقع چونتیس درجے طول البلد مشرق پر صحرائے سینائی میں ہونی تھی اور انہیں معاہدۂ قبرص کی تین سالہ توسیع کی دستاویز پر حکومت امریکہ کی جانب سے دستخط کرنے تھے۔ صدر امریکہ کے جہاز کے حادثے میں ہلاک ہونے کے بارے میں "اولیمپس پیغام" انہیں شام ساڑھے چار بجے کے قریب ارسال کیا گیا۔ مواصلاتی نظام پر پیغام کے موصول ہو جانے کے فوراً بعد رابطہ منقطع ہو گیا اور پیغام کا کوئی جواب نہیں ملا۔ "الشوط" کے ایئر کنٹرول ٹاور "ایکو سائرا" نے بھی نائب صدر کے کانوائے سے مواصلاتی سلسلے کے اچانک منقطع ہو جانے کی تصدیق کی۔ جنرل ولیم ٹیٹ نے امریکن کمانڈ کے ٹرانسمیٹرز استعمال کئے لیکن نتیجہ ناکامی کے سوا کچھ نہ نکلا۔ چنانچہ ساڑھے پانچ بجے یعنی سینائی کے مقامی وقت کے مطابق ساڑھے سات بجے رات کو جنرل ولیم نے ہوائی جہازوں کو تلاش پر نکلنے کا حکم دیا۔ جہاز معاہدۂ قبرص کی خلاف ورزی کرتے ہوئے غیر فوجی علاقے میں مسلح پرواز کرتے رہے۔ امن فوج کے عالمی کمانڈر جنرل ارسکن نے اس پر سخت احتجاج کیا ہے۔ سرکاری سطح پر اسی قسم کا احتجاج اسرائیل، متحدہ عرب جمہوریہ، عراق اور لیبیا نے بھی کیا ہے۔ تاہم روسی حکومت نے کسی رد عمل کا مظاہرہ نہیں کیا ہے۔"

"ایسی کی تیسی احتجاج کی۔" فاؤلر نے ایڈمرل اسٹیوارٹ کی بات کے دوران صوفے کے بازو پر ہاتھ مارا "جنرل ولیم کی جگہ جنرل ارسکن ہوتا تو کیا کرتا۔" ایڈمرل اسٹیوارٹ نے تھوڑی سی سبکی محسوس کی۔ مگر تینوں چیف آف اسٹاف بالکل سنجیدہ صورت بنائے بیٹھے تھے اور ان سب کی موجودگی میں وہ اب فاؤلر کے تحکمانہ انداز پر مشتعل ہو کر غیر شائستہ رد عمل کا اظہار کرنے سے معذور تھا۔ وہ شخص جیسا بھی تھا صدر امریکہ اگر بنا نہیں تھا تو قائم مقام صدر بہرحال تھا اور اس کا صدر کی حیثیت سے حلف اٹھانا بھی تقریباً طے تھا۔ وہ ماتحتوں کے سامنے اسی نظم و ضبط کو برقرار رکھنے پر مجبور تھا۔ جس کی وہ ان سے توقع رکھتا تھا۔

اس نے اپنی بات اسی لہجے میں جاری رکھی "رات کے نو بجے ایک شارک جہاز کے حساس آلات نے صحرا کی فضا میں غیر معمولی حرارت کو محسوس کیا اور اس محدود علاقے میں جہاں یہ فرق زیادہ تھا، پرواز جاری رکھی۔ پائلٹ بالآخر نائب صدر کے کانوائے کا پتا چلانے میں کامیاب ہو گیا۔ اب تک ملنے والی رپورٹ کے مطابق نائب صدر کے کانوائے پر مسلح حملہ کیا گیا جس کے نتیجے میں دونوں جانب سے فائرنگ ہوئی۔ متعدد افراد مارے گئے اور جائے واردات پر لاشیں ہر طرف بکھری پڑی ہیں۔ گاڑیوں کا ملبہ ہے جن کو آگ لگا دی گئی ہے اور ان میں وہ مواصلاتی ویگن بھی ہے جس کے تباہ ہو جانے سے ہمارا رابطہ منقطع ہوا۔"

"نائب صدر کے کانوائے پر حملہ کون کر سکتا ہے۔؟" فاؤلر نے جیسے اپنے آپ سے سوال کیا۔

"یہ بتانا مشکل ہے کیونکہ حالات کی شہادت سے صرف اتنا اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ کانوائے مکمل طور پر تباہ کر دیا گیا اور غالباً کوئی فرد زندہ نہیں بچا۔ لیکن ایک سازش کا ثبوت ملا ہے۔ عرب فدائین کا ایک دستہ جس کا تعلق تنظیم آزادئ فلسطین کے ابو موسےٰ گروپ سے ہے البانیہ کے ایک شخص کرنل انور لیش کی قیادت میں مسلح ہو کر روسی زیر انتظام علاقے سے گزر کر وادئ فاران میں کوہ سینا پر پہنچا جہاں انہوں نے ایک خانقاہ کے راہب کے علاوہ متعدد چرواہوں کو قتل کر دیا جو ارد گرد اونٹ چراتے ہیں۔ ان کا مقصد صحرا کے سفر کے لئے اونٹ پکڑنا تھا۔ روسیوں کو دو دن قبل اس دستے کے صحرائے سینائی میں موجود ہونے کا علم تھا۔ فوج کے شعبۂ سراغرسانی نے اپنے وسائل اور ذرائع استعمال کر کے جو تصاویر حاصل کی ہیں ان سے یہی ثابت ہوتا ہے۔ انور پیشہ ور دہشت پسند ہے۔ اُسے اور اسلحے کو سینائی ساحل پر روسی زیر انتظام علاقے میں پہنچانے والی بھی ایک روسی آبدوز تھی جسے بحریہ کے ایک جہاز کے راڈار نے دیکھا تھا۔ آبدوز البانیہ کی تھی۔"

♥♥♥♥

جنرل ولیم ریگستان سے گزرنے والی سڑک پر منجمد لہو کے دھبوں اور بکھری ہوئی خستہ تن لاشوں کے اور اس ملبے کے درمیان کھڑا تھا جو کانوائے تھا۔ اس کے ہاتھ میں روشن ٹارچ تھی جس کا دائرہ لمحہ بھر کے لئے صحرا کی سرد رات میں اکڑی ہوئی کسی لاش کے چہرے پر رک جاتا تھا۔ جسے جہاں اور جس حالت میں موت نے آلیا تھا وہ اسی جگہ اسی حالت میں ابھی تک کرب کے آخری لمحات کی تصویر بنا پڑا تھا اور ٹارچ کی روشنی کھلی آنکھوں کے بے نور حلقوں میں چمکتی تھی تو ولیم کا چہرہ لمحہ بھر کے لئے زندگی کے احساس سے محروم ہو کر پتھر بن جاتا تھا۔ یہ سب لوگ۔ آشنا چہروں والے۔ وحشت کی تنہائی میں رفاقت کے امین۔ امن کے نامہ بر۔ اپنے اپنے عقائد و نظریات کے اختلاف کے باوجود جغرافیائی اور سیاسی سرحدیں کے الگ الگ ہونے کے باوجود زندہ رہنے کی مشترکہ آرزو سے اور مسرت سے سرشار۔ جیتے جاگتے آدمی۔ کرس امین۔ زوڈوک۔ چند گھنٹے قبل ایک دستاویزِ امن پر دستخط کرنے کے لئے چلے تھے۔ مرگ ناگہانی کے اس حکم سے بے خبر جس پر دستِ قدرت نے بہت پہلے دستخط کر دیئے تھے۔ جنہیں دم کا بھروسہ نہیں تھا مگر چراغ لے کے ہوا کے سامنے چلے تھے۔ تقدیر کی خندہ زنی سے بے خبر۔ تندیٔ بادِ مخالف سے بے خطر۔ جنگ کے شعلوں کو بجھا کر امن کا دیا روشن کرنے۔ سلامتی کا راستہ دکھاتے۔ اس کے قدم آگے بڑھتے گئے۔ ہر ایک کشتۂ ناحق کی خاموشی سوال کرتی رہی۔ تم یہ کہتے ہو اب کوئی چارہ نہیں۔؟ امن کے نام پر ہماری جان کی قربانی جنگ کا دوسرا نام ہے۔ ہم نے تو کسی کارزار میں قدم نہیں رکھا۔ بس کوئی صف بن پائی نہ کوئی علم۔ منتشر دوستوں کو صدا دے سکا۔ اجنبی دشمنوں کا پتا دے سکا۔ اب جسم خستہ ہے ہاتھوں میں یارا نہیں مگر تم یہ کہتے ہو اب کوئی چارہ نہیں!۔

"ولیم۔" کسی نے اسے پکارا۔ اس کے بڑھتے قدم رک گئے۔ آواز نہ جانے کس سمت سے آئی تھی مگر یہ آواز کسی اور کی نہیں ہو سکتی تھی۔ اس نے سناٹے کی صدا کو غور سے سننے کی کوشش کی۔ نہیں یہ آوازوں کا سراب ہے۔ دیر سے منزلِ دل میں کوئی آیا نہ گیا۔

"میں اپنے آپ سے نہیں ڈرتی تھی ولیم۔ میں تم سے ڈرتی تھی۔" سرسراتی ہوا کی سرگوشی اس کے جسم میں۔ سردی کی لہر بن کر اتر گئی۔ خوشبوئے زلف بہار۔ پیغام دیدار یار۔ آواز دوست۔ نسیم تیرے شبستاں سے ہو کے آئی ہے؟۔ ورنہ تیرے بدن کی یہ مہک۔ پھر اس کی نظر اسرائیلی کمانڈ کی کار پر رک گئی۔ روشنی کا دائرہ گولیوں کے تاریک سوراخوں سے گزر کر کھلے دروازے پر رک گیا جہاں وہ اُداس اور تنہا بیٹھی تھی۔ اسی طرح دلکش۔ اسی طرح چاہت کی تصویر۔ رنگ رخسار پہ ہلکا سا وہ غازے کا غبار۔ وہی خوابیدہ سی آنکھیں۔ وہی جسم کے دلآویز خطوط کی شاعری اور ساحری۔ کبھی صحرا کبھی میدان کبھی پربت ہیں۔ وہی جس نے تسلی دلِ ناکام کو ہر بار۔ "میں آگیا ہوں رائن۔" وہ ٹارچ پھینک کر لپکا۔ دو مضبوط ہاتھوں نے اسے اپنی گرفت میں لے لیا۔ سیاہ ہاتھ زنجیر کی طرح لپٹ گئے "وہ کیپٹن رائن مر چکی ہے سر" سارجنٹ رالینسن نے کہا۔ وہ جنرل ولیم کے عین پیچھے تھا اور غور سے اس کی حالت کو بدلتے دیکھ رہا تھا۔

"کیا؟" وہ چلایا "یو بلیک باسٹرڈ۔ میں تیرا کورٹ مارشل کر دوں گا۔" لیکن سارجنٹ رالینسن کی قید رائن کی محبت کی طرح تھی جس سے رہائی اس کے اختیار میں نہ تھی۔

"دیٹ از آل رائٹ سر۔ سر مجھے صدمہ ہے بہت ہی صدمہ۔" تب اُفق سے صبح کی اوّلین روشنی اس رات کا لہو بن کر پھوٹی اور ایک جنرل نے ایک سارجنٹ کے۔ ایک سفید فام نے سیہ فام کے۔ محمود نے ایاز کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر سہارا لیا اور زندگی کے سفر کی اگلی منزل کی طرف قدم بڑھایا۔ کہ شیشوں کا مسیحا کوئی نہیں۔ جو ٹوٹ گیا سو ٹوٹ گیا۔ کس کارن جھوٹی بات کرو۔ یہ میل ہمارا جھوٹے شب سے۔ پل بھر کو امرت پھر میں دھواں۔

چار روسی گاڑیاں سڑک پر نمودار ہوئیں۔ ان کی ہیڈلائٹس ابھی روشن تھیں۔ سب سے اگلی کار پر سفید پرچم تھا جو صبح کے دھندلکے میں بھی لہراتا نظر آرہا تھا۔ پل بھر میں امریکی سپاہیوں نے جنرل ولیم کے گرد ایک حلقہ تعمیر کر لیا۔ آٹومیٹک ایم ۲۴ رائفلوں کا حصار بنا دیا۔ جانثاری اور وفاداری کے جذبے نے ایک فصیل کھڑی کر دی۔ روسی نائب وزیر اعظم کا قافلہ تیس میٹر دور رک گیا۔ الانوف نے باہر قدم رکھا اور جنرل ولیم نے اسی کے پیچھے والی کار میں سے اقوام متحدہ کی امن فوج کے کمانڈر ان چیف جنرل ارسکن کو اترتے دیکھا۔ کسی سپاہی نے سیلوٹ کے لئے ہاتھ نہیں اٹھایا۔ کسی کی رائفل کا رُخ نہیں بدلا۔ یہ بڑا خطرناک لمحہ تھا۔ مشتعل امریکی فوج کا ایک سپاہی بھی جذبات کی مجروح آواز پر لبیک کہتے ہوئے ایک انگلی پر ذرا سا دباؤ بڑھا دیتا تو دو آدمی اور مر جاتے۔ وہ دو آدمی جن کی زندگی پر کرۂ ارض کے ہر ذی روح کی زندگی کا انحصار تھا۔ یکلخت ولیم کو ہوش آگیا اس نے روستوف کو اور ارسکن کو اس توہین پر تذبذب کے عالم میں ساکت و صامت کھڑے دیکھا۔ وہ ہمدردی کی رسم نبھانے آئے تھے اور جنرل ولیم آداب میزبانی بھی جانتا تھا اور نظم و ضبط کے اصول بھی۔ جذبات کی اور عقل کی

سرحدوں کے درمیان ایک پل صراط تھا۔ بال سے زیادہ باریک اور تلوار کی دھار سے زیادہ تیز۔ مگر وہ صراط مستقیم پر ثابت قدم تھا۔ ”گارڈ۔ اٹن شن۔“ اس نے کاشن دیا۔ ”پریزنٹ آرمس۔“ مشینی انداز کی میکانکی حرکت سے ہاتھوں میں رائفل کی پوزیشن بدل گئی۔ جنرل ولیم نے سلیوٹ کیا اور آگے بڑھ گیا۔

”آئی ایم سوری جنرل ولیم۔“ روستوف نے کہا۔ ”کتنے آدمی مارے گئے۔؟“

”چھبیس۔ کیا آپ کو ابھی تک صحیح تعداد بھی معلوم نہیں ہو سکی تھی۔“ ولیم نے سرد اور تلخ لہجے میں کہا۔

”تم نے اس علاقے میں فوجی مداخلت کر کے معاہدۂ قبرص کی شدید خلاف ورزی کی ہے۔“ ارسکن نے کہا ”تمہیں اس کی جوابدہی کرنی ہو گی۔“

”میں اپنے ملک کے صدر کے تلاش کے لئے پورا ڈویژن بھی لے آؤں گا۔ تمہاری اجازت لئے بغیر۔ اور جوابدہی کے نتائج کی پرواہ کئے بغیر۔“ ولیم نے جنرل ارسکن کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر چیلنج کے انداز میں کہا۔

”جنرل ولیم۔“ روسی جنرل الانوف نے کہا۔ ”تم بہت زیادہ مشتعل ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم میں سے کوئی بھی!“

”میں تمہارے قول و فعل کا ذمہ دار نہیں ہوں جنرل الانوف تم آج حقیقت کی بات کس منہ سے کرتے ہو جبکہ حقیقت کا علم تمہیں دو دن پہلے تھا۔“ ولیم نے تڑخ کر کہا۔

”تمہارا مطلب ہے یہ ہماری سازش تھی۔ یا ہمیں اس سازش کا علم تھا۔؟“ روستوف نے پرسکون لہجے میں کہا۔

”لیس کامریڈ نائب وزیر اعظم۔“ ولیم نے جیب میں ہاتھ ڈال کر تصویریں برآمد کیں اور ان کے سامنے پھینک دیں۔ ”یہ رہا ثبوت۔“ الانوف نے بڑے احترام سے ایک ایک تصویر کو اٹھایا۔ جھاڑا اور اپنے نائب وزیر اعظم کو دیتا گیا۔ ”اس سے کیا ثابت ہوتا ہے۔ اور یہ تصویریں کس نے دی ہیں تمہیں۔“ روستوف نے پوچھا۔

جنرل ولیم ہنسا۔ ”یہ کسی غدار سے حاصل کی ہیں ہم نے۔ جیسا کہ ہم اپنے ڈالروں کی مدد سے ہمیشہ کرتے آئے ہیں اور آپ اپنے روبیوں کی مدد سے۔ حیرت کا یوں اظہار مت کیجئے جناب والا۔ غدار ہر جگہ ہر قیمت پر ملتے ہیں۔ الانوف۔ کیا تم اپنے زیر انتظام علاقے کا ساحل پہچانتے ہو۔ اس ساحل سے یہ قافلہ ان صندوقوں میں کیا لے کر لوٹتا ہے۔؟ اس پندرہویں آدمی کو تو پہچانتے ہوں گے آپ بھی جناب نائب وزیر اعظم۔ یہ کرنل انور ہے۔ البانیہ کی فوج کا ایک کرنل جسے البانیہ کی ایک روسی آبدوز نے تمام سامان حرب کے ساتھ روسی علاقے میں اتارا تھا۔ پیشہ ور دہشت پسند جس کو ادا کئے جانے والے معاوضے کی نسبت وہ معاوضہ کہیں زیادہ ہو گا جو ان کے کارنامے کے عوض ساری دنیا کو ادا کرنا پڑے گا۔“

”شٹ اپ۔“ روستوف نے غصے سے سرخ ہوتے ہوئے کہا۔ ”جنگ کی دھمکی ایک معمولی جنرل کے منہ سے اچھی نہیں لگتی۔ اگر میری فوج میں ایسا جذباتی جنرل ہوتا تو میں اسے کسی ڈویژن کی کمان نہ دیتا۔ لیکن میں تمہیں معاف کرتا ہوں۔ مجھے ان تصویروں کا قطعی علم نہیں اور نہ ان باتوں کا جو تم بتا رہے ہو۔“

”یہ تصویریں امریکی سیارے نے لی ہیں سر اور آپ کے مواصلاتی اسٹیشن پر دو دن قبل موصول ہوئی تھیں۔ یہ جاسوسوں کے ہاتھوں سے گزر کر ہم تک پہنچ گئیں تو کیا یہ بات قابل یقین ہے کہ آپ کو کچھ پتا نہیں۔“ جنرل ولیم نے روستوف کی برہمی کی پرواہ کئے بغیر کہا۔

”مجھے تمہارے یقین سے کوئی سروکار نہیں۔ میں خود یقین کرنا چاہتا ہوں کہ کیا یہ حقیقت ہے کہ روس میں کسی کو فدائین کے اس منصوبے کا علم تھا اور اس نے یہ اطلاع حکومت کو دینے کی بجائے فروخت کر دی۔ میں اس ضمیر فروش غدار کا اس لئے پتا چلانا چاہتا ہوں کہ مجھے معلوم ہے روسی حکومت کا اس خونریزی سے کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں۔“ روستوف نے کہا۔ ”اور ہم اس کا ثبوت فراہم کریں گے۔“

”یس سر۔“ الانوف نے اٹن شن ہو کر کہا۔ ”ہم امریکی عوام اور حکومت سے پورا تعاون کریں گے۔“

”جو کچھ ہوا مجھے ذاتی طور پر اس کا بہت رنج ہے۔“ روستوف نے کہا اور پلٹ کر اپنی کار میں جا بیٹھا۔ ارسکن نے اس کے ساتھ ہی چلا جانا مناسب سمجھا۔ آگے پیچھے حفاظتی گاڑیاں حرکت میں آگئیں اور تین گاڑیوں کا یہ قافلہ جنرل الانوف اور اس کی کار کو چھوڑ کر روانہ ہو گیا۔

”ولیم۔“ الانوف نے تنہا رہ جانے کے بعد کہا۔ ”یہ صحیح ہے کہ تم اس وقت سیاسی محاذ پر میرے دشمن ہو لیکن ہم ایک عرصے سے دوست بھی ہیں۔ کیا یہ ممکن ہے کہ ہم پھر اسی فضا میں گفتگو کر سکیں جو ہر اجلاس کے بعد پنج باؤنز میں نظر آتی تھی۔ میں تمہاری مدد کرنا چاہتا ہوں۔ تم اگر الزام دے سکتے ہو تو روس کو۔ مجھے تو مجرم نہیں سمجھتے نا۔؟ کم آن۔“ ولیم نے نفی میں سر ہلایا۔ الانوف نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈالا اور اسے کر اپنی کار کی طرف چل پڑا۔ ”ہم تمہارے کیفے ٹیریا میں یا تمہارے آفس میں بیٹھ کر بات کریں گے۔“ الانوف نے کہا۔

”الانوف۔“ ولیم نے کہا۔ ”میں اور تم بساط سیاست کے سب سے حقیر مہرے ہیں۔ جو سب سے آگے رہتے ہیں اور سب سے

پہلے پٹ جاتے ہیں۔ بات وہی سند ہوگی جو ماسکو اور واشنگٹن کی ہاٹ لائن پر ہوگی۔ لیکن جب تک مجھے روکا نہیں جاتا میں اپنی ذمہ داری پر سب کچھ کروں گا۔ وہی کروں گا جسے میرا ضمیر درست قرار دے گا۔"

"ضرور کرو۔ تمہیں ڈر کس کا ہے؟" الانوف نے کہا۔ "روسی حکومت کا یا اقوام متحدہ کا؟"

"کسی کا نہیں۔ ڈرتا میں اس شخص سے ہوں جو فاؤلر کو صدر بنا کر اقتدار سنبھال چکا ہے۔ وہ میرا ہی نہیں دنیا کے تمام امن پسندوں کا دشمن ہے۔ میں اپنے ملک کی باگ ڈور کے ایسے شخص کے ہاتھ میں جانے سے خوفزدہ ہوں جو جنگی جنونی ہے۔ جو تمہارا دشمن ہے۔" ولیم نے کہا۔

"مگر ولیم۔ کیا تمہارے آئین کی رُو سے صدر کی موت کے بعد نائب صدر انتخابات تک صدر نہیں ہو جاتا۔" الانوف بولا۔

"ہاں۔ اور نائب صدر بھی زندہ نہ رہے تو صدارت خود بخود اسپیکر کو مل جاتی ہے۔ تاریخ میں یہ پہلا موقعہ ہے..."

"کیا نائب صدر کی موت کا ثبوت مل گیا ہے؟" الانوف نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "ان لاشوں میں تو ان کی لاش نہیں ہے۔"

"تم ٹھیک کہتے ہو۔ مگر نائب صدر کی زندگی کی ابھی تک تو کوئی ضمانت نہیں۔" ولیم نے کہا۔ "اغوا کرنے والے نہ جانے کون ہیں اور انہوں نے کہاں لے جا کر نائب صدر کو مار دیا ہے۔ یہ سب تحقیق طلب باتیں ہیں اور ملک میں کسی نہ کسی کو عارضی مدت کے لئے ہی سہی قیادت بہرحال سنبھالنی ہے۔ بیلی کے زندہ رہنے کی یوں بھی کوئی امید

نہیں کہ وہ حماقت کی حد تک امن پسند تھا۔ اور اس کا دل ایک آئینہ تھا جس میں اسے ساری دنیا اپنی طرح نظر آتی تھی چنانچہ وہ قصوروار مجھے اور تمہیں ٹھہراتا تھا جو کندھوں پر ستاروں کا اور بندوقوں کا بار اٹھائے پھرتے ہیں۔ قاتل وہ اسے سمجھتا تھا جس کے ہاتھ میں خنجر ہو۔ وہ یہ نہیں دیکھتا تھا کہ خنجر تھمانے والے کون ہیں۔ وہ جو ڈالر اور روبل کی مدد سے دنیا کے امن سے جُوا کھیلتے ہیں یا ہم جو فقط تعمیل کرتے ہیں۔ اور نہیں کرتے تو مجرم گردانے جاتے ہیں۔ بیلی کو حالات نے تصویر کا دوسرا رُخ دکھانے میں بڑی ستم ظریفی کا ثبوت دیا ہے کیونکہ اس کے تجربے کی قیمت ہم ادا کر رہے ہیں۔ امریکہ اور روس جن کے درمیان سرد جنگ کی دبی ہوئی چنگاری بھڑک کر شعلہ بنوا رہی ہے ہیں اور تم جو دوست تھے دشمن بن کر ایک دوسرے کی جان لینے پر تُل گئے ہیں اور امریکہ کے اور روس کے امن پسند لوگ جو بے خبری میں مارے جاتے ہیں۔ جنہیں یہ نہیں معلوم کہ یہ جنگ اسی کے دانشوری کا عطیہ ہے جو اس کی بات کرتے میں پیش پیش تھا۔"
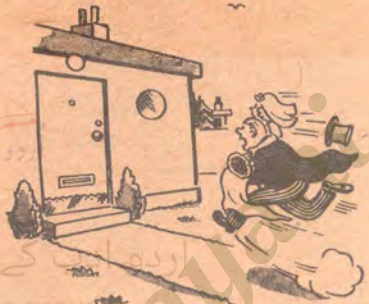
"ولیم۔ تم پھر جذباتی ہو رہے ہو۔ جنگ ابھی شروع نہیں ہوئی۔ صدر کی طرح نائب صدر کی موت کی تصدیق نہیں ہوئی اور میں نہیں یہی سمجھانے آیا تھا کہ مارنے والے اسے نہیں مار سکتے تھے۔ کہیں دور لے جا کر مارنے کا انہیں کیا فائدہ۔ روستوف نے مجھے ایک پیغام دے کر بھیجا تھا۔ دنیا کے امن کی پائیداری اور دوستی کے جذبے کے استحکام کے لئے۔ روسی حکومت کا اس میں کوئی قصور نہیں چنانچہ ہم جنگ کا آغاز نہیں کریں گے۔ ہم نائب صدر کو بچانے میں تمہاری مدد کریں گے۔"

"بچانے میں؟ بچانے کا وقت گزر چکا الانوف۔ دو دن پہلے تم یہ بات کہتے تو مان لیتا۔" ولیم نے تلخی سے کہا۔

"تم غلط کہہ رہے ہو۔ مدد کا وقت اب آیا ہے۔ میرا دل کہتا ہے کہ تمہارے نائب صدر کو زندہ رکھا گیا ہوگا۔ اغوا کرنے والے اسے تم سے سودا کرنے کے لئے یرغمال بنا کر لے گئے ہیں۔ بہت جلد وہ تم سے نائب صدر کی زندگی کی قیمت طلب کریں گے۔ اور تم یہ قیمت دینے پر مجبور ہو جاؤ گے۔ اس لئے کہ صدر امریکہ ان کے ہاتھوں میں ہے۔ دنیا کا امن ان کے ہاتھوں میں ہے۔ میرا اور تمہارا مستقبل ان کے ہاتھوں میں ہے۔"

ولیم غور سے الانوف کی صورت دیکھتا رہا۔ "شاید تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ تمہیں اس سودے میں شریک ہونے سے کوئی نقصان نہیں ہے اغوا کرنے والوں کے مطالبے پورے ہو جائیں تو وہ شاید صدر امریکہ کی لاش واپس کر دیں۔ تم تو دنیا کے امن کو بچا لو گے مگر میں اپنے صدر کی زندگی کیسے بچاؤں گا۔ میرے پاس اس کی کیا ضمانت ہے۔"

مجھے تو یہ بھی نہیں معلوم کہ وہ کہاں سے آئے تھے اور کدھر گئے۔ تمہاری مدد کی پیش کش سے ہوا میں تیر چلانے کا مجھے کیا فائدہ۔"

"ولیم... میں تمہیں یہ بھی بتا سکتا ہوں کہ ہماری "کے جی بی" کس نتیجے پر پہنچی ہے۔ حملہ آور پہچانے جا چکے ہیں کیونکہ ان کی تصویریں ہمارے پاس ہیں۔ یہاں سے کسی جہاز میں پرواز کرنا ان کے لئے ممکن نہیں۔ ساحل پر امن فوج کی نگرانی اتنی سخت ہو گئی ہے کہ وہ سمندر کے راستے نہیں نکل سکتے۔ صحرا میں سینکڑوں میل تک ان کا نشان نہیں۔ اس کا کیا مطلب ہے۔ وہ قریب ہی کہیں موجود ہیں اور چھپ گئے ہیں۔ اتنے کم وقت میں وہ بہت زیادہ فاصلہ طے نہیں کر سکتے اور صحرا میں سفر کا خطرہ بھی مول نہیں لے سکتے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ بیک وقت امریکی، روسی اور اسرائیلی فوجی سراغرساں اور طیارے اقوام متحدہ کی مدد سے صحرا کی خاک چھاننے نکل کھڑے ہوں گے۔ انہیں معلوم ہے کہ زمین پر اگر چیونٹی بھی چل رہی ہو تو میلوں کی بلندی سے کیمرے کی آنکھ دیکھ لیتی ہے اور یہ ریگزار پناگاہوں سے محروم ہیں۔ وہ جلد از جلد کسی ایسے مقام پر چھپنے کی کوشش کریں گے جہاں کسی کے خیال کی دسترس بھی نہ ہو۔ ایسا اس علاقے میں صرف ایک ہی مقام ہے۔ سینٹ کیتھرین کی خانقاہ۔ جس میں زیرِ زمین تہہ خانے ہیں۔ جس کے ایک راہب کو وہ اپنی دانست میں پہلے ہی مار چکے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ مرا نہیں۔ ہمارے پاس پہنچ گیا۔ اور جس پر بمباری نہیں کی جا سکتی کیونکہ وہ خانقاہ ہے۔ گیارہ سو برس پرانی عبادت گاہ۔ جو پاپائے روم کی اور دنیا بھر کے جذباتی لوگوں کی پناہ میں ہے جو مذہب پر اعتقاد رکھتے ہیں اور اپنی اپنی حکومتوں کو صدیوں پرانی خانقاہ پر جدید اسلحہ آزمانے کی اجازت نہیں دے سکتے۔"

"میں تمہاری بات سے اتفاق کرتا ہوں۔" ولیم نے کہا۔ "مگر مذہب کی بنیاد عقیدے پر ہے اور عقیدہ ہمیشہ جذباتی کمزوری کی دلیل نہیں ہوتا۔ ایسے ہی جیسے میں کسی ثبوت کے بغیر مان رہا ہوں کہ تمہاری "کے جی بی" کا مفروضہ غلط نہیں معلوم ہوتا۔ میری عقل اسے تسلیم کرتی ہے۔"

"سینٹ کیتھرین کی خانقاہ یہاں سے دور نہیں ہے۔ اور وہ راہب زندہ ہے جو تمہیں تہہ خانوں میں لے جا سکتا ہے۔ مگر تم آگے کہاں لئے جا رہے ہو مجھے۔ کیفے ٹیریا یاد آ گیا۔" الانوف نے کہا۔ "تم لوگ کافی خوب بناتے ہو اور میں نے کل سے گالیوں کے سوا کچھ نہیں کھایا۔"

♥♥♥♥♥

بیلی نے انور کا چہرہ پہچان لیا تھا۔ وہ جہاں جہاں جس روپ میں پہلے مل چکا تھا اپنے اصل روپ میں ایک ہی تھا۔ اس کے متعدد نام تھے اور بھیس تھے لیکن بیلی نے اسے سفارت خانوں کے عصرانوں سے لے کر سیاسی مذاکرات تک ہر نوعیت کے مواقع پر دیکھا تھا۔ "کرنل انور۔ میں تم سے مطالبہ کرتا ہوں کہ امریکی صدر کو فوراً رہا کر دیا جائے۔" سیڈل نے کہا۔ "یہ بہت خطرناک کھیل ہے۔"

"جج سیڈل۔" انور نے سکون سے کہا۔ "تم جانتے ہو یہ کھیل ہے پھر بھی بچوں جیسی باتیں کرتے ہو۔ سیاست کا خطرناک کھیل کیا بچوں کے لئے ہے؟"

"اس کا مقصد کیا ہے انور۔" بیلی نے کہا۔

"یہ سوال خاصا معقول ہے۔ امریکی صدر کے شایانِ شان جناب صدر جمع کا صیغہ استعمال فرمایئے۔ کیونکہ مقصد ایک نہیں ہے۔" انور مسکرایا۔ وہ اس وقت کرنل کی وردی میں تھا۔ پرسکون اور پُراعتماد۔ کامیابی کے پہلے مرحلے کی تکمیل کے بعد غسل بہترین کھانے اور گزشتہ شب کے آرام نے ہی اسے یہ حوصلہ اور غرور دیا تھا۔ وہ خوش تھا۔

"انور تم مجھے یرغمال رکھ کے میری حکومت سے کوئی سودا کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکو گے اس لئے کہ تمہارا ہر مطالبہ پورا کرنے کے باوجود میری حکومت کو تمہارے وعدے پر اور تمہیں اپنے انجام پر اعتماد نہیں ہو گا۔ وقتی طور پر تم مطالبہ کر سکتے ہو مگر مستقبل پر بھروسہ نہیں کر سکتے۔" بیلی نے کہا۔ "جواب تمہیں تلاش کرنے والوں کے ہاتھ میں ہے۔ اور یہ ہاتھ ان گنت ہیں جو تمہارے گرد زنجیر کا حلقہ بن گئے ہیں۔ ایک طرف تم ہو۔ بالکل تنہا۔ اور دوسری طرف یہ ساری دنیا ہے۔ مقابلہ بے کار ہے۔ تمہاری ساری جدوجہد کا حاصل صرف میری زندگی ہو سکتی ہے۔"

"تمہاری حکومت کے نزدیک تمہاری زندگی کی کوئی قدر و قیمت نہیں؟"

"کرنل انور ایک آدمی کی زندگی ایک نظام میں صرف کسی مشین کے پرزے کی طرح ہوتی ہے جسے بدلا جا سکتا ہے۔ ایک بار دو بار دس بار۔ آئینی طریقوں سے حکومت کے پرزے بھی بدلے جا سکتے ہیں۔" بیلی نے کہا۔ "ہم نہ ہوں گے کوئی ہم سا ہو گا۔ پورے امریکہ میں ایک آدمی رہ جائے تب بھی حکومت ریاستہائے متحدہ امریکہ بغیر صدر کے نہیں رہے گی۔"

"قومی وقار۔ صدر کے عہدے کی عزت و آبرو۔ تحفظ کی ضمانت۔ ان سب کے بغیر صدارت کیسے قبول ہو گی مسٹر بیلی۔ آپ عام آدمی تو نہیں ایک قوم کے سربراہ ہیں۔ سربراہی حمایت کے بغیر بے معنی ہے۔ پوری امریکی قوم صدر کی جان سے زیادہ صدر کے نام کی آبرو

اپنے قومی احساس تفاخر اور اتنی بڑی طاقت ہونے کے باوجود ایک فرد سے شکست کو قبول نہ کرنے کے لئے ہمارے مطالبات تسلیم کرے گی۔" اس نے لیلےٰ اجمیل کو اشارہ کیا۔ "لیلےٰ۔ صاحب صدر کی خدمت میں اپنی عرضداشت پیش کرو۔"

لیلےٰ اجمیل نے تمسخر آمیز احترام کے ساتھ سلیوٹ کیا اور ایک کاغذ نکالا۔ "جناب صدر محترم۔ سب سے پہلا مطالبہ بہت حقیر ہے۔ ایک دولت سے مالامال قوم کے خزانے کا عشر عشیر۔ جدوجہد آزادی کے نیک مقصد کے لئے صرف پچاس لاکھ ڈالر کا سونا۔ دوسرا مطالبہ۔ تمام عرب علاقوں سے امریکی فوجوں کا انخلا۔ یہ بھی اب کوئی وقار کا مسئلہ نہیں رہا۔ ویت نام سے نکل کر آپ نے جو صدمۂ جانکاہ جھیلا اس کے مقابلے میں یہ کچھ نہیں۔ تیسرا مطالبہ۔ تمام حریت پسندوں کی غیر مشروط رہائی۔ یہ بھی امریکہ جیسے عظیم ملک کی ایک اشارے کی بات ہے۔"

"اتنے مطالبات کافی ہیں۔ اگر تم مجھے صدر امریکہ سمجھتے ہو تو میں انہیں نامنظور کرتا ہوں۔" بیلی نے کہا۔

"صدر تو ہم دل وجان سے تسلیم کرتے ہیں آپ کو لیکن دشواری یہ ہے کہ یہاں آپ کی منظوری یا نامنظوری بے معنی ہے۔ چنانچہ ہم یہ مطالبات انہیں ارسال کریں گے جو فی الحال اس کا اختیار رکھتے ہیں۔ چوتھا مطالبہ ملاحظہ ہو۔ اسرائیل کی تمام عرب علاقوں سے دستبرداری۔ فلسطین کی تقسیم کے مسئلے پر اقوام متحدہ کی ۱۹۴۸ کی قرارداد کی روشنی میں غور کیا جا سکتا ہے۔ پانچواں مطالبہ بحیرۂ روم کے علاقے سے چھٹے امریکی بحری بیڑے کی رخصتی۔ ساتواں اور آخری مطالبہ امریکی "شارک" جہازوں کے ایک اسکواڈرن کی فراہمی۔" لیلےٰ اجمیل نے کاغذ کو تہہ کر کے اپنی وردی کی تھیلے جیسی جیب میں ڈال لیا۔

"اگر وہ سیاہ فام سارجنٹ جنرل ولیم کو اتنا عزیز نہ ہوتا اور جنرل الاتوف کو جنرل ولیم کا اتنا خیال نہ ہوتا تو ہم اپنا آٹھواں مطالبہ نہ کاٹتے۔ ہم اس حبشی کا سر مانگتے جو ہمارے چھ آدمی مار کر رات کے اندھیرے میں گم ہو گیا۔" کرنل انور نے کہا۔ "میں نے اپنے زیاں کے باوجود اس کی وفاداری اور بہادری سے خوش ہو کر یہ مطالبہ کاٹ دیا ہے۔"

"مائی ڈیر کرنل انور۔ تم نے یہ مطالبات بہت عجلت میں مرتب کئے ہیں۔ اگر تم اطمینان سے بیٹھ کر سوچو تو کم سے کم ایک ہزار مطالبے تحریر کر سکتے ہو۔ امریکی یا روسی یا اقوام متحدہ کی افواج کے آنے تک تمہارا وقت اچھا کٹ جائے گا۔ کیونکہ یہ زنداں ہمارا ہی نہیں تمہارا بھی ہے۔" بیلی نے کہا۔ "منظور ہونے والا ایک بھی نہ ہو تو کیا۔ ایک ہزار مطالبات کی فہرست دیکھنے میں تو نظر کو بھلی لگے گی اور دل کے خوش رکھنے کو یہ خیال کیا بُرا ہے۔"

"سردست ہم مسٹر سیڈل کو اپنا سفیر بنا کر آپ کے ملک بھیج رہے ہیں۔ آپ کہیں گے کہ سفیر صرف حکومتوں کے ہوتے ہیں۔ اس وقت ہم ایک چھوٹی سی جلاوطن حکومت ہیں۔ فارموسا کی طرح جسے آپ کے سوا کوئی تسلیم نہ کرتا تھا۔ یہ حکومت عارضی بھی ہو سکتی ہے لیکن اس کا خاتمہ آپ سے پہلے نہیں ہو سکتا۔ ہم اور آپ اور یہ سینٹ کیتھرین کی خانقاہ کے اندر پاپائے روم کی ویٹیکن جیسی حکومت سب ایک ساتھ ہیں۔"

"لاؤ اپنے مطالبات۔" سیڈل نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ "اور میری فوری روانگی کا بندوبست کرو۔"

"جج۔ تمہارا دماغ چل گیا ہے کیا؟" بیلی نے کہا۔

"نو سر۔ اور میں جان بچا کر فرار ہونے کا بہانہ بھی نہیں بنا رہا ہوں۔ میں واپس آؤں گا۔ میں صرف جنرل ولیم کے کیمپ تک جاؤں گا۔ وہاں سے واشنگٹن رابطہ قائم کروں گا اور لوٹ آؤں گا۔ مطالبات کے منظور ہونے یا نہ ہونے سے مجھے کوئی سروکار نہیں۔ ہم یہاں اکٹھے آئے تھے۔ یہاں سے واپس بھی اکٹھے جائیں گے۔" سیڈل نے کہا۔ "یا۔ یا نہیں جائیں گے۔"

"جج سیڈل کسی بھی حکومت کا بہترین سفیر ثابت ہو سکتا ہے اور ثالث کا موثر کردار بھی اتنی ہی خوبی سے ادا کر سکتا ہے۔" انور نے کہا۔ "تھینک یو جج۔ ہم تمہاری روانگی کا انتظام کر رہے ہیں۔"

"تاخیر کس بات کی ہے۔ تم جس طرح مجھے لے جا سکتے ہو۔ آنکھوں پر پٹی باندھ کر یا ڈبے میں بند کر کے۔"

"مسئلہ یہ نہیں۔ دراصل وہ تمہارا کم عقل جنرل ولیم اور اس سے بڑا احمق اس کا دوست جنرل الاتوف بیلی کو بیڑے باہر بیٹھے ہیں۔" کرنل لیش نے کہا۔ "انہوں نے خانقاہ کے اردگرد فوجی حصار قائم کر لیا ہے۔ کیا خیال ہے تمہارا وہ خانقاہ کو اڑا دیں گے؟"

سیڈل بھونچکا رہ گیا۔ بیلی نے بے یقینی سے کرنل انور کے پرسکون چہرے کو دیکھا۔ "تم جھوٹ بولتے ہو... تمہارا... تمہارا مطلب ہے وہ۔ وہ یہاں پہنچ چکے ہیں؟" سیڈل نے پوچھا۔

"ہاں۔ اپنا اور ہمارا وقت ضائع کرنے۔ نہ وہ اندر آ سکتے ہیں نہ ہم باہر جا سکتے ہیں۔" انور نے سگریٹ بجھاتے ہوئے کہا۔ "آپ لوگ دیکھنا چاہتے ہیں۔ بلکہ دیکھ ہی لیں تو بہتر ہے۔ میرے ساتھ آئیے۔"

متعدد بھول بھلیوں جیسے راستوں سے گزر کر اور سیڑھیاں طے کرنے کے بعد وہ اچانک خانقاہ کے اس حصے میں طلوع ہوئے

جہاں صدیوں پرانا کانسی کا گھنٹہ دو محراب نما دروازوں کے درمیان معلق تھا اور اس کو متحرک کرنے والی زنجیر ایک روشندان جیسے سوراخ سے نیچے جا رہی تھی۔ تہہ خانے کے اندھیرے سے اچانک صحرا کی دھوپ کی چکا چوند میں آنے کے باوجود انہوں نے پورا منظر ایک نظر میں دیکھ لیا۔ امریکی اور روسی کمانڈروں کے ہیلی کوپٹروں کے علاوہ امن فوج کے کمانڈر انچیف کا نیلا ہیلی کاپٹر بھی خانقاہ سے ایک فرلانگ دور موجود تھا۔ مسلح سپاہی۔ روسی اور امریکن اور سویڈن کے اور دنیا بھر کے امن دستوں کے۔ ہلکی مشین گنیں لئے دیوار کی طرح کھڑے تھے۔ مورچوں سے ہلکی قسم کے توپوں کے دہانے جھانک رہے تھے۔ "نہیں۔" سیڈل نے خوف سے سوچا۔ "یہ لوگ خانقاہ کو مسمار نہیں کر سکتے۔ اس خانقاہ کے تقدس کو پامال نہیں کر سکتے۔ امریکی صدر کو اس ملبے میں دفن نہیں کر سکتے۔" انور ہاتھوں میں لاؤڈ اسپیکر لئے کوئی پیغام دینے کی تیاری کر رہا تھا۔ سیڈل نے اسپیکر اس سے چھین لیا۔ "جنرل ولیم۔" اس نے چیخ کر کہا۔ "کیا تم پاگل ہو گئے ہو؟ کیا تم تاریخ میں اپنا نام خدا کے گھر کو گرانے والوں میں لکھواؤ گے۔ اس گھر میں ستر عبادت گزار پناہ گزیں ہیں اور صدر امریکہ موجود ہیں۔ میں ان کی طرف سے تمہیں حکم دیتا ہوں کہ اپنے دستے کو لے کر اپنی کمانڈ میں لوٹ جاؤ۔ جنرل الانوف سے اور ارسکن سے امریکی صدر کی درخواست ہے کہ وہ خانقاہ کے علاقے سے فوجیں ہٹا لیں۔ میں ذاتی طور پر مذاکرات کے لئے آ رہا ہوں۔" انور نے اسپیکر واپس لے لیا۔ "جنرل ولیم۔ کیا کرنل سیڈل کی بات تم نے سن لی ہے۔"

"ہاں۔" جنرل ولیم کی آواز پہاڑیوں سے ٹکراتی بازگشت پیدا کرتی آئی۔ "میں یہ بات ماننے سے انکار کرتا ہوں مگر مذاکرات کے لئے سیڈل کو بطور ثالث قبول کرتا ہوں۔"

"جنرل ولیم۔ ٹھیک دس منٹ بعد ایک بے گناہ کا خون تمہاری گردن پر ہو گا۔" انور نے کہا۔ اس کے چہرے کے نقوش میں تبدیلی بہت نمایاں تھی۔ وہ ایک سفاک بے رحم آدمی کا جلاد چہرہ بن گیا تھا۔ اس نے نیلے اجمیل کے ایک محافظ کو اشارہ کیا۔ سیڑھیوں سے ایک شخص کو اوپر لایا گیا جس کے ہاتھ پیر بندھے ہوئے تھے اور منہ میں کپڑا ٹھونس دیا گیا تھا۔ سیڈل کا چہرہ زرد پڑ گیا۔

"یہ... یہ کون ہے؟" بیلی نے اپنا گلا خشک ہوتا محسوس کیا۔ اس شخص کو آنکھوں پر پٹی باندھ کر فصیل پر کھڑا کر دیا گیا اور چند قدم پیچھے ہٹ کر انور نے ریوالور سنبھال لیا۔ "یہ رپورٹر کا نمائندہ ہے سر۔" سیڈل نے کہا۔ "یہ لوگ اسے پیچھے سے گولی ماریں گے۔ وہ فصیل سے نیچے جا گرے گا۔ دو سو فٹ۔" فصیل کے کنارے پر کھڑا ہوا شخص کچھ نہیں دیکھ رہا تھا۔ اسے کچھ معلوم نہ تھا۔ نہ فصیل سے زمین کا فاصلہ نہ زندگی کا موت سے فاصلہ۔

"ٹھہرو۔" بیلی نے انور کو اشارہ کیا۔ "اسپیکر مجھے دو۔"

"جنرل ولیم۔" بیلی نے کہا۔ "میں۔ ٹالبٹ کوینسی بیلی۔ اپنے یقین اور اعتماد کے مطابق خود کو صدر امریکہ تسلیم کرتے ہوئے حکم جاری کرتا ہوں کہ خانقاہ کی اطراف سے تمام امریکی فوجی قوت واپس لے جائی جائے۔ اسی یقین اور اعتماد کی بنیاد پر میں جنرل الانوف اور ارسکن سے بھی جنرل ولیم کی تقلید کی درخواست کرتا ہوں۔" بیلی نے اسپیکر واپس کر دیا اور نگاہ ہیلی کوپٹر پر رکھی۔ یکلخت امریکن ہیلی کوپٹر کا انجن اسٹارٹ ہوا۔ ہلکے سے دھماکے میں ریوالور کے فائر کی آواز شامل ہو گئی اور امریکن صحافی کا جسم بیلی کو فضا میں لہراتا خون برساتا زمین کی طرف رواں نظر آیا۔ شاید فرش خاک کو چھونے سے پہلے اس کا جسم بے جان ہو گیا ہو گا۔

"وحشی۔ قاتل۔" بیلی نے چیخ کر کہا۔ "تمہیں انتظار کرنا چاہیئے تھا۔" لیکن انور کی نگاہ کلائی کی گھڑی پر تھی۔ "آئی ایم سوری سر۔ میں نے پانچ کی بجائے چھ منٹ انتظار کیا۔" اس نے اطمینان سے اپنے ریوالور کو ہولسٹر میں ڈالا۔

بیلی نے نفرت سے اس کی طرف دیکھا۔ "مگر دیر مجھ سے ہوئی تھی۔ غلطی میں نے کی تھی۔" روس کے اور اقوام متحدہ کے ہیلی کوپٹر بھی اب پرواز کے لئے پر تول رہے تھے۔ انور صدر امریکہ کی بات کا کوئی جواب دیئے بغیر پلٹا اور نیچے اتر گیا۔ سیڈل اور بیلی فوجی دستوں کے کمانڈروں کی آوازیں سنتے رہے جو اپنے ماتحت فوجیوں کو مورچوں سے واپس بلا کر خانقاہ کے گرد پھیلے ہوئے مسلح حصار کو توڑ رہے تھے۔ ابھی کچھ دیر میں صدیوں پرانی خانقاہ اور کوہ سینا کی ویرانی میں صرف ایک شکستہ جسم رہ جائے گا جس کی آنکھیں مر کے بھی سیاست کے اس خونی ڈرامے کے آخری منظر کو دیکھنے کے لئے کھلی رہیں گی۔ جسم و جاں کا زیاں۔ جو ہوا سو ہوا۔ دوستو۔ کوئے جاناں کی نامہربان خاک پر۔ اپنے روشن لہو کی بہار اب نہ آئے گی کیا؟۔ ہم جو تاریک راہوں میں مارے گئے۔ رائگاں جائے گا کیا ہمارا لہو۔؟۔

"فرسٹ لیڈی؟" فاؤلر نے خالی خالی نظروں سے آرمی کے چیف آف اسٹاف کو دیکھا۔

"یس سر۔ مسز فاؤلر کو پورے حفاظتی انتظامات اور سرکاری اعزاز کے ساتھ وائٹ ہاؤس میں منتقل کر دیا گیا ہے۔"

"لیکن... لیکن کیا وہ... وہ یہ چاہتی تھی۔؟" فاؤلر نے

ڈوبتے دل سے اس وقت کو یاد کیا جو ماضی کی تلخ یادوں کا زخم بن
بن کر مدتوں اسے تڑپاتا رہا تھا۔ اب وقت کے مرہم نے اس کی خلش
کو کم کر دیا تھا تو ایک بار پھر آئینی مجبوریوں نے انہیں ایک ہی گھر کی
چاردیواری میں محصور کر دیا تھا۔ محبت کے ساتھ نہیں۔ سرکاری اعزاز
کے ساتھ۔ اعتماد کے ساتھ نہیں۔ حفاظتی انتظامات کے ساتھ۔ ان
میں سے کسی نے اس کی تمنا نہیں کی تھی۔ ایک لمحے کے لئے بھی یہ تصور
نہیں کیا تھا کہ کوئی ضرورت انہیں پھر ایک دوسرے کے سامنے لا کھڑا
کرے گی۔ مگر انہیں آئینی ضرورت کا بتانا نہ تھا۔ یہ معلوم نہ تھا کہ پہلے
صدر اور پھر نائب صدر، فاؤلر کے خلاف سازش کر کے ایک ہی وقت
میں مرنا قبول کریں گے۔ اس لئے نہیں کہ صدارت کا بار اس کے
کندھوں پر آجائے جس کا وہ خود کو اہل نہیں سمجھتا تھا۔ بلکہ صرف
اس لئے کہ وہ دونوں جو دنیا میں ایک دوسرے سے سب سے زیادہ
نفرت کرتے تھے عذاب بن کر پھر ایک دوسرے پر مسلط ہو جائیں۔

"جناب صدر" ایڈمرل اسٹیوارٹ نے پائپ کی راکھ کو میز
پر جھاڑا۔ "روسی اپنے راکٹ میزائل مائع ہائیڈروجن بھر کے تیار
کر رہے ہیں۔ روسی حکومت نے حالت جنگ کا اعلان کر دیا ہے۔"

"غالباً ہم اس سے قبل ہی سب تیاریاں مکمل کر چکے ہیں۔"
فاؤلر نے کہا "تمہاری مستعدی قابل تعریف ہے۔"

"ہم اپنی فوج کے شعبہ سراغرسانی کی اطلاعات موصول ہونے
سے قبل حالت جنگ کی پوزیشن میں تھے سر"، اسٹیوارٹ نے فاؤلر کے
طنز کو سمجھے بغیر فخر سے کہا۔ "یوں بھی ہمیں معمولی سی برتری حاصل
ہے روسیوں پر۔ ہمارے راکٹ میزائل ٹھوس ہائیڈروجن استعمال
کرتے ہیں اور ہر وقت بھرے ہوئے کھڑے رہتے ہیں۔ بس بٹن دبانے
کی دیر ہوتی ہے۔ روسیوں کو مائع ہائیڈروجن بھرنے میں کئی گھنٹے
لگتے ہیں اور آج کی دنیا میں جو پہل کرتا ہے وہی فائدے میں
رہتا ہے۔"

"یقیناً" فاؤلر نے کہا "جو کوئی لاکھ آدمی پہلے مارے وہ
شکاری یقیناً فائدے میں رہتا ہے۔ بشرطیکہ بعد میں شکاری خود
بھی شکار نہ ہو جائے۔"

ایڈمرل اسٹیوارٹ کے ماتھے پر ناگواری کے آثار نمودار ہوئے۔
ایک وہ چھ فٹ کا اونٹ تھا جسے شارک جہازوں اور سام میزائلوں
کے ہوتے ہوئے اونٹ پر سفر کرنے والے اونٹ کا گوشت کھانے
والے اور اونٹنی کا دودھ پینے والے اٹھائے گئے۔ وہ بھی اپنی
بزدل فطرت پر امن پسندی کا لیبل لگاتا تھا۔ دوسرا یہ گربہ مسکین
ہے۔ تین فٹ کا اسپیکر مگر انداز فکر یہ بھی وہی رکھتا ہے۔ ایں
ہم بچہ شتر است۔

"وہ کیا مذاکرات کی کوئی صورت نہیں؟" فاؤلر نے بے بسی سے
اسٹیوارٹ کی صورت کو دیکھا۔

"مذاکرات سے آج تک کوئی مسئلہ حل ہوا ہے جناب صدر۔
اور ہماری مذاکرات کی پیش کش کے جواب میں ایک ایٹمی سام میزائل
ارسال کر دیا گیا تو کیا ہو گا نیویارک کے اسکائی اسکریپرز اور آپ۔"
اس نے فاؤلر کے مختصر قد کو حقارت سے دیکھا "کہاں باقی رہیں گے؟"

"مگر لوگ جنگ نہیں چاہتے اسٹیوارٹ۔ لوگ طبعی عمر کو
پہنچنے سے قبل مرنے پر تیار نہیں۔" فاؤلر نے بُرا مانے بغیر کہا۔

"لوگ؟ کون لوگ۔ یہ ہپی نوجوان۔ لمبی لمبی لٹوں والے
چرس کا دم لگانے والے۔ مہاتما بدھ کی طرح اس ہندو یوگی
کے آشرم میں آنکھیں بند کر کے شانتی اور نروان کا تصور کرنے
والے۔ جنس کو بنیادی جذبہ قرار دے کر مذہب اور اخلاق
اور معاشرے کی پابندی سے منحرف۔ خاندان کی جگہ مشترکہ شوہروں
اور بیویوں کی جائنٹ اسٹاک کمپنی بنانے والے۔" اسٹیوارٹ
نے برہم ہوتے ہوئے کہا۔

"ایڈمرل اسٹیوارٹ۔ لوگ جیسے بھی ہیں۔ دنیا انہی کی ہے
جینے کا حق انہی کا ہے۔" فاؤلر نے سخت لہجے میں کہا "اور یہی لوگ
ہیں جنہوں نے مجھے اور تمہیں محافظت کی ذمہ داری سونپی ہے۔
حفاظت جنگ سے۔ بھوک سے۔ جہالت سے۔ افلاس سے۔
انہوں نے ہمیں تباہی اور بربادی کے منشور پر ووٹ نہیں دیئے
تھے۔ میں نے اسپیکر کی حیثیت سے اُن کے آئینی حقوق اور اپنی
ذمہ داریاں تم سے بہتر طور پر سمجھی ہیں۔"

ایڈمرل اسٹیوارٹ کو فاؤلر کے لہجے نے حیرت زدہ کر دیا۔ اسے
یقین نہ آیا کہ یہ وہی پُرانے مظلوم صورت کمزور اور بے بس نظر
آنے والا قوت فیصلہ اور قوت ارادی سے یکسر محروم فاؤلر ہے جس
کی حیثیت کبھی کٹھ پتلی سے زیادہ نہیں رہی۔ مگر وہ عیار آدمی تھا۔
فاؤلر اگر بول رہا تھا تو اسے بھی زیادہ محتاط ہونا پڑے گا۔ باقی
تینوں چیف آف اسٹاف قطعی لاتعلق کھڑے تھے۔ "یہ بحث بے نتیجہ
ہے سر" اس نے دھیمے لہجے میں کہا "حقیقت یہ ہے کہ ہم دونوں
یعنی روس اور امریکہ حالتِ جنگ میں ہیں اور ان حالات میں
مذاکرات کا کوئی سوال نہیں۔ کوئی وقت ہی نہیں۔"

"مگر میں جاننا چاہتا ہوں کہ عوام کا ردِ عمل کیا ہے۔ پریس
کیا لکھتا ہے۔ نیشنل سیکیورٹی کونسل۔ سی آئی اے اور ایف بی آئی
کا نقطۂ نظر کیا ہے۔ کسی ہنگامی اجلاس کا بندوبست کتنی دیر میں ہو
سکتا ہے؟" فاؤلر نے اپنا رویہ بدلے بغیر کہا۔

"کل سے پہلے تو مشکل ہے سر" ایڈمرل اسٹیوارٹ نے

فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

"ایمرجنسی سر۔" انٹرکام پر ایک آواز نے ان کی گفتگو کا سلسلہ منقطع کیا۔ "روسی سفیر اور اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل نے صدر محترم سے ملاقات کی درخواست کی ہے۔ کیا جواب دیا جائے؟"

"معذرت کرلی جائے۔" اسٹیوارٹ نے فاؤلر کو جواب کا موقع دیئے بغیر کہا۔ فاؤلر کا چہرہ غصے سے سرخ ہوگیا۔

"ایڈمرل اسٹیوارٹ۔ صدر کے نام تمام پیغامات کا جواب دینا تمہارے فرائض میں شامل نہیں ہے۔" فاؤلر نے کہا۔ "میں روسی سفیر اور اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ یہ میرا حکم ہے۔ ملاقات کے وقت کی ضرورت نہیں۔ انہیں مطلع کیا جائے کہ وہ کسی بھی وقت آسکتے ہیں۔"

"یس... یس سر۔" ایڈمرل اسٹیوارٹ نے اس توہین پر جو اُس نے ماتحتوں کی موجودگی میں محسوس کی دانت پیستے ہوئے کہا۔

"تھینک یو جنٹلمین۔" اس نے کسی چیف آف اسٹاف کی طرف دیکھے بغیر کہا۔ "تیار رہیئے اور مزید ہدایات کا انتظار کیجیے۔"

وہ سب باری باری سلیوٹ کرکے رخصت ہوگئے۔ فاؤلر جانتا تھا کہ اب ایڈمرل اسٹیوارٹ صدارتی باڈی گارڈز سے نمٹنے کے لیے گا اور جب کوئی نہ رہے گا تو حسب سابق اس پر حاوی آنے کی کوشش کرے گا لیکن فاؤلر صورتِ حال کی نزاکت کو سمجھ چکا تھا۔ اس نے حالات سے نبرد آزما ہونے کا فیصلہ کرلیا تھا۔ وہ جو بھی تھا جیسا بھی تھا آزمائش کے اس وقت میں جو بھی کرنا چاہتا تھا اپنی عقل کی کسوٹی پر اچھی طرح پرکھنے کے بعد کرنا چاہتا تھا۔ اس نے مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ "آپ بھی تیار رہیئے اور ہدایات کا انتظار کیجیے۔" اسٹیوارٹ کے جسم کا سارا خون کھنچ کر اس کے چہرے پر آگیا۔ اس نے گھور کر فاؤلر کو دیکھا مگر فاؤلر کی نگاہ سارجنٹ ایٹ آرمز پر تھی "تھینک یو ایڈمرل" اس نے پلٹتے ہوئے کہا۔ سارجنٹ اب ایڈمرل کو رخصتی کی سلامی دینے کے لئے اٹین شن کھڑے تھے۔

"مسٹر پریزیڈنٹ سر۔" انٹرکام پر آواز آئی۔ بیک وقت فاؤلر اور اسٹیوارٹ کے قدم رک گئے۔ "جنرل ولیم مڈل ایسٹ کمانڈ سے فوری طور پر بات کرنا چاہتے ہیں سر۔"

فاؤلر نے اشارے سے اسٹیوارٹ کو روک لیا۔ "آل رائٹ" اس نے جواب میں کہا "میں انتظار کررہا ہوں۔"

جنرل ولیم کا چہرہ اسکرین پر نمودار ہوا۔ متفکر اور سنجیدہ لیکن پُراعتماد "کیا میں تخلیے کی درخواست کرسکتا ہوں سر۔"

فاؤلر نے ایڈمرل اسٹیوارٹ کے سوا سب کو رخصت کردیا۔

اسٹیوارٹ نے اطمینان کا سانس لیا۔

"جنرل الاتوف نے نائب صدر کی تلاش میں روسی حکومت کے تعاون کی پیش کش کی ہے۔" ولیم نے کہا۔ "میں نے پیش کش قبول کرلی ہے۔"

"تعاون۔؟" ایڈمرل نے برہم ہوتے ہوئے کہا "ایک طرف ان کی جنگی تیاریاں عروج پر ہیں دوسری طرف وہ تعاون کی پیش کش کرتے ہیں۔ جنرل ولیم۔ سیاسی فیصلہ کرنا تمہارا کام نہیں۔"

"ہمیں روسیوں نے اطلاع دی تھی کہ جناب صدر سینٹ کیتھرین کی خانقاہ میں ہیں۔ میں نے اس کا محاصرہ کرلیا تھا لیکن جناب صدر کے حکم پر مجھے واپسی اختیار کرنی پڑی۔" جنرل ولیم نے کہا

"احمق... تمہیں ہر قیمت پر جناب صدر کو چھڑانا ہے۔ خانقاہ پر اپنی پوری فوجی قوت کے ساتھ حملہ کردو۔" اسٹیوارٹ نے کہا۔

"میں اس حکم کی تعمیل نہیں کرسکتا سر۔ اس میں جناب صدر کی اپنی جان جانے کا خطرہ ہے۔" ولیم نے کہا۔

"لیکن یہ قائم مقام صدر کا حکم ہے۔" اسٹیوارٹ نے بپھر کر کہا "تم حکم عدولی پر آمادہ ہو۔"

"میں جناب صدر کی زندگی میں کسی کو قائم مقام صدر تسلیم نہیں کرسکتا سر۔" ولیم نے پرسکون رہتے ہوئے کہا۔

ایڈمرل اسٹیوارٹ غصے سے پاگل ہوگیا "تم... تمہاری یہ جرأت۔"

"اسٹیوارٹ۔" فاؤلر نے اس کا ہاتھ تھاما "ایک منٹ جنرل۔" اس نے فون کا اسپیکر بند کیا۔ اب ولیم ان کی گفتگو نہیں سن سکتا تھا۔ "اسٹیوارٹ تم جانتے ہو میں خود صدر کا عہدہ نہیں سنبھال سکتا۔ یہ اختیارات کانگریس دیتی ہے۔" فاؤلر نے کہا "میں یہ فیصلہ نہیں کرسکتا۔"

"اگر تم بے بس ہو فاؤلر تو فیصلہ مجھے کرنے دو۔ یوں بھی یہ سیاسی نہیں فوجی معاملہ ہے۔" اسٹیوارٹ نے غصے سے لال پیلا ہوتے ہوئے کہا۔ اور جواب کا انتظار کیے بغیر فاؤلر کو نظر انداز کرتے ہوئے پھر فون کو آن کیا۔ جنرل ولیم کی صورت پھر سامنے آگئی۔ وہ منتظر تھا "جنرل ولیم۔ میں اپنے احکامات دہراتا ہوں۔ ان احکامات کو صدر کی تائید حاصل ہے۔ خانقاہ پر حملہ کردو۔" اسٹیوارٹ بولا۔

"سوری سر۔ ملک کا صدر اگر کوئی ہوسکتا ہے تو وہ جناب صدر ہیں۔ ان کی زندگی میں کوئی صدر کا عہدہ نہیں سنبھال سکتا۔" ولیم نے اعتماد سے کہا۔

"ولیم ـ" فاؤلر نے مداخلت کی "اگر جناب صدر اپنے فرائض سرانجام دینے کے اہل نہ ہوں تب یہ ذمّہ داری مجھ پر آتی ہے۔"

فاؤلر کی بات آئینی طور پر درست تھی۔ انتقال یا بصورتِ دیگر فرائض کی ادائیگی کے نااہل رہنے کی صورت میں صدر اور نائب صدر اور اسپیکر کی پوزیشن بالکل واضح تھی۔

"آئی ایم سوری مسٹر اسپیکر۔ میں آپ دونوں کے احکامات کی تعمیل سے قاصر ہوں۔" جنرل ولیم نے کہا۔ دوسرے لمحے اس کا چہرہ اسکرین سے غائب ہو گیا۔ اس کی جگہ ایکو سائرا کے کنٹرول ٹاور کے ڈیوٹی آفیسر کا چہرہ آگیا۔

ایڈمرل اسٹیوارٹ غصّے سے کانپ رہا تھا "کیپٹن۔ میں ایڈمرل اسٹیوارٹ چیف آف دی جائنٹ چیف آف اسٹاف ہوں۔ میں صدر کے احکامات کے مطابق تمہیں حکم دیتا ہوں کہ میرا پیغام کرنل ڈیل ٹراسک کو پہنچایا جائے۔ اسے فوری طور پر بریگیڈیئر جنرل کے عہدے پر ترقی دے کر منڈل ایسٹ کی امن فوج کا کمانڈر مقرر کیا جاتا ہے۔ وہ جنرل ولیم کو اس کے عہدے سے سبکدوش کرے اور زیرِ حراست رکھے۔ جنرل ڈیل ٹراسک پوری فوجی کمک لے کر سینٹ کیتھرین کی خانقاہ میں داخل ہو جائے۔ اسے مزاحمت کرنے والوں کے خلاف بمبار شارک جہاز استعمال کرنے کے اختیارات بھی دیئے جاتے ہیں۔ بات سمجھ میں آگئی تمہاری۔"

"یس۔یس سر۔" کیپٹن نے اپنی حیرت پر قابو پا کر جلدی سے کہا۔

ایڈمرل نے فون بند کر دیا۔

"اسٹیوارٹ۔ تم نے حماقت کی ہے۔ وہ حماقت جس کی جوابدہی مجھے بھی کرنی ہوگی۔" فاؤلر نے کہا۔

"حماقت میں نے کی ہے جو تم جیسے شخص کو صدر امریکہ بنا دیا۔" وہ پلٹ کر بولا۔

"شٹ اپ۔ میں اس ملک کا آئینی سربراہ ہوں۔ اور میں تمہیں اتنی ہی آسانی سے زیرِ حراست رکھنے کا حکم جاری کر سکتا ہوں جتنی آسانی سے تم نے جنرل ولیم کی گرفتاری اور کرنل ڈیل کی گرفتاری کے احکامات صادر کر دیئے ہیں۔" فاؤلر نے سکون سے کہا۔

"تم... تم ایسا ہرگز نہیں کر سکتے فاؤلر... تم ایک کم ہمت بزدل آدمی ہو..." اسٹیوارٹ نے غصّے سے کانپتے ہوئے کہا۔

فاؤلر نے انٹرکام کا بٹن دبایا۔ "سارجنٹ ایٹ آرمز کو اندر بھیج دو۔ پھر میرا رابطہ کمانڈر انچیف سے قائم کرو۔" چند سیکنڈ بعد چار مسلح باڈی گارڈ اپنی مخصوص وردی میں چار دروازوں سے اندر آگئے۔ پھر ٹیلیفون پر کمانڈر انچیف کا چہرہ نظر آیا۔

"ایڈمرل اسٹیوارٹ تا حکمِ ثانی زیرِ حراست رہیں گے۔"

فاؤلر نے کہا "ان کے جاری کردہ تمام احکامات پر عمل درآمد کو روک دیا جائے۔" ایڈمرل اسٹیوارٹ کے لئے یہ ایک بھیانک خواب تھا۔ وہ کچھ دیر مفلوج کھڑا رہا۔ پھر سارجنٹ ایٹ آرمز کے درمیان مارچ کرتا ہوا باہر نکل گیا جہاں پریزیڈنٹ باڈی گارڈ کا کمانڈر اسے اپنی تحویل میں لینے کا منتظر کھڑا تھا۔

♥♥♥

"تھینک یو الانوف۔" ولیم نے اس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا "تمہاری مدد نے میرے لئے ناممکن کو ممکن بنا دیا ہے۔"

"میں اسے اب بھی ناممکن سمجھتا ہوں ولیم۔" الانوف نے کہا "لیکن مجھے تعاون کا حکم ہے۔ اس کے علاوہ مجھے کوئی دوسری صورت بھی نظر نہیں آتی۔ گڈ لک ولیم۔ گڈ لک رابنسن۔ میں تمہاری واپسی کا منتظر ہوں۔"

"تھینک یو سر۔" سارجنٹ رابنسن نے کہا۔

رات کے اندھیرے میں سیاہ پتھر کی چٹانوں کے درمیان ان کے سائے سینٹ کیتھرین کی خانقاہ کی طرف بڑھنے لگے۔ الانوف انہیں فادر ادناسس کی قیادت میں رینگتے ہوئے دیکھتا رہا۔ اسے ستّر سال کے بوڑھے راہب پر تعجب تھا۔ آخر وہ کونسی قوت تھی۔ کون سا جذبہ تھا جس نے اسے زندہ رکھا اور اب اس حالت میں پیروں پر کھڑا کر دیا۔ ایک جنرل کی کمان سنبھالنے کا اہل بنا دیا۔ گو اس نے راہبوں کا سا لباس فراہم کرنے میں ولیم اور رابنسن کی مدد ضرور کی تھی اور "کے جی بی" نے اس کا کام آسان کر دیا تھا لیکن خانقاہ کے اندر پیچیدہ راستوں سے گزر کر تہہ خانے تک پہنچنا فادر ادناسس کی رہنمائی کے بغیر ناممکن تھا۔ اس عمر میں قاتلانہ حملے سے بچ جانے کے بعد وہ شدید جسمانی کمزوری کا شکار تھا اور ڈاکٹروں کو اس کے ایک مہینے سے پہلے شفایاب ہونے کی اُمید نہ تھی لیکن ولیم کی بات سُن کر وہ کتنی مستعدی سے اُٹھ کھڑا ہوا تھا۔ "خداوند یسوع مسیح مجھے اس مقدس فریضے میں کامیاب ہونے کی توفیق دے گا۔ وہ مجھے زندگی کی اتنی مہلت ضرور دے گا میرے بیٹے۔ اس گھر کی حفاظت کا فرض اس نے مجھے سونپا ہے تو وہ میری حفاظت سے کیسے غافل رہ سکتا ہے۔" ولیم اور الانوف نے قوت ارادی کا اتنا زبردست مظاہرہ پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

"میرے بیٹے۔ اس میں ستّر راہب خداوند کی عبادت میں مصروف ہیں۔ اب ان کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی شامل ہو گئے ہیں۔ میرے لئے ان میں سے ہر ایک کی زندگی سینٹ کیتھرین کی ایک خانقاہ ہے۔ مجھے ان سب کو بچانے کا موقع مل رہا ہے تو یہ میری

نجات کا وسیلہ ہے۔ چلو۔ ایسا نہ ہوتا خیر سے فرصت زندگی کم ہو جائے۔"

وہ اسے اسٹریچر پر لٹا کر لائے تھے۔ وہ پیدل سفر پر مصر تھا مگر وہ صحرا کے سفر کی صعوبتوں سے بچا کر اسے کوہ سینا کے پہاڑی ناہموار راستوں سے خانقاہ کے اندر تک کے سفر کے قابل رکھنا چاہتے تھے چنانچہ جیپوں کو کئی میل دور چھوڑ کر انہوں نے بوڑھے فادر اوناسس کو اسٹریچر پر لٹا دیا تھا اور دبے پاؤں سفر کرتے اس مقام تک آپہنچے تھے جو خانقاہ کے عقب میں تھا۔ اس سے آگے جانا خطرناک تھا۔ فادر اوناسس۔ سارجنٹ رابنسن اور ولیم راہبوں کے سفید لباس میں تھے۔ ان کے ہمراہ آنے والے امریکی سپاہی اور الانوف کے محافظ عربوں جیسے سیاہ لباس میں۔ ولیم کے نظروں سے اوجھل ہوتے ہی الانوف نے کمان سنبھال لی اور رات کی سیاہی میں مسلح مورچے قائم کرنے لگا۔ کسی آہٹ کے بغیر۔ کسی کو نظر آئے بغیر۔ خانقاہ کے گرد ایک فصیل پھر قائم ہو گئی جو دن کے اجالے میں ٹوٹ گئی تھی۔ ایک چٹان کی اوٹ میں بیٹھ کر الانوف نے سگریٹ سلگایا اور انتظار کرنے لگا۔ اسے معلوم نہ تھا کہ سحر ہونے تک کیا ہوگا۔ ولیم کامیاب ہوگا اور صدر امریکہ کو نکال لائے گا یا خود اپنے پھیلائے ہوئے جال میں گرفتار ہو جائے گا۔ اس نے معاہدۂ قبرص کی اور فوجی ڈسپلن کی اور احکامات کی شدید خلاف ورزی کی تھی۔ اسے صرف تعاون کا حکم تھا۔ مگر اس نے ولیم کو وہ جدید ترین خودکار روسی رائفلیں دیدی تھیں جن کا استعمال ابھی روسی افواج نے بھی نہیں کیا تھا۔ پندرہ سو میٹر تک مار کرنے والا یہ ہتھیار ابھی "ٹاپ سیکرٹ" تھا۔ اس نے ولیم کے ساتھ مل کر ایک ایسے منصوبے میں شرکت قبول کر لی تھی جس کی روسی ہائی کمان کو خبر تک نہ تھی اور اب وہ ملے جلے امریکی اور روسی سپاہیوں کے دستے کی کمان سنبھالے بیٹھا تھا۔ کامیابی کی صورت میں وہ روسی قیادت کے لئے باعث صد افتخار تھا تو ناکامی کی صورت میں اس کا کورٹ مارشل اور سزائے موت لازمی تھے۔ صدر امریکہ کے زندہ سلامت نکل آنے کے بعد روسی حکومت اپنی نیک نیتی کا۔ اپنی امن پسندی کا۔ اپنے تعاون کے جذبے اور اپنے خیرسگالی کے جذبات کا ڈھنڈورا پیٹ سکتی تھی اور سامراجی قوتوں کے عزائم کو خاک میں ملانے کا اور انہیں سازش میں ملوث کرنے کی ناپاک کوشش پر شکست دینے کا اور "کے جی بی" کی مدد کے بغیر امریکہ کی کامیابی کو ناممکن قرار دینے کا پروپیگنڈا کر سکتی تھی۔

اچانک اسے صحرا میں بہت دور گاڑیوں کی ایک طویل قطار روشن نظر آئی۔ اس نے دوربین لگا کر دیکھا۔ یہ کوئی سراب نہیں تھا۔ آسمان کے ستارے افق کی لکیر پر لرزاں نہیں تھے بلکہ یہ ملٹری کانوائے تھا۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ پھر اسے جنرل ولیم کی بات یاد آئی۔ کہیں اس کے خدشات درست نہ ہوں۔ اس نے سوچا۔ دوسرے لمحے وہ فیصلہ کر چکا تھا اور چند سیکنڈ میں یہ فیصلہ ایک کان سے دوسرے کان میں پہنچ کر عملی صورت اختیار کر چکا تھا۔ آدھے سپاہی حصار قائم کئے بیٹھے رہ گئے تھے۔ درمیان میں سے ایک ایک سپاہی دبے پاؤں نکل آیا تھا۔ اپنی مشین گن کا بوجھ اٹھائے سیاہ لمبے لبادوں میں وہ صحرا کی ریت پر بے تحاشا بھاگ رہے تھے۔ یوں جیسے بھوت ایک دوسرے کے تعاقب میں ہوں۔ صرف الانوف اپنی جنرل کی وردی میں تھا۔ کانوائے ابھی کم سے کم دس کلومیٹر دور تھا اور انہیں دو کلومیٹر دور اپنی گاڑیوں تک ہی جانا تھا۔ کانوائے کی رفتار بہت تیز تھی اور ان کو ہر قیمت پر پہلے پہنچنا تھا۔ اس کے بغیر کانوائے کا راستہ نہیں روکا جا سکتا تھا۔ وہ بھاگتے گئے۔ گرتے۔ اپنے ہی لباس میں الجھتے۔ ہانپتے۔ بالآخر جب وہ پیر پکڑنے والی ریت پر دوڑتے دو کلومیٹر کا فاصلہ چالیس منٹ میں طے کرنے میں کامیاب ہو گئے تو کانوائے سامنے آچکا تھا۔ الانوف نے سپاہیوں کو پوزیشن سنبھالنے کا حکم دیا اور خود کانوائے کی راہ میں کھڑا ہو گیا۔ سب سے اگلی جیپ اس سے دو گز دور آکر رک گئی۔ کرنل ڈیل کود کر نیچے اترا۔ اس کے محافظ پچھلی جیپوں سے کود کر اترنے لگے۔ "جنرل الانوف۔" اس نے تعجب سے کہا۔ "تم یہاں کیا کر رہے ہو اس وقت۔"

"یہی سوال میں تم سے کرتا ہوں کرنل۔" جنرل الانوف نے اطمینان سے کہا۔ "یہ کانوائے کہاں جا رہا ہے۔"

"میں بریگیڈیئر جنرل ڈیل ٹراسک ہوں۔ امن فوج کا نیا امریکی کمانڈر۔ مجھے جنرل ولیم کو گرفتار کرنے اور خانقاہ پر حملہ کر کے صدر امریکہ کو چھڑانے کا حکم دیا گیا ہے۔" ڈیل ٹراسک نے غرور سے کہا۔ "میں نے سیڈل کو بھی حراست میں لے لیا ہے جو ثالث بن کر آیا تھا۔"

"آئی سی۔ میں تمہیں مبارکباد دیتا ہوں جنرل ڈیل۔ ترقی پر بھی اور اس نیک مشن پر بھی۔" الانوف نے کہا۔ "کیا جنرل ولیم کے بارے میں تمہیں معلوم ہے کہ وہ کہاں ہے۔ میں نے سنا تھا کہ وہ فرار ہو گیا۔"

"فرار ہونے کے سوا اس کے پاس چارہ بھی کیا تھا۔ اس نے حکم عدولی کی تھی۔ مگر خیر وہ بچ کر کہیں نہیں جا سکتا۔" ڈیل نے کہا۔

الانوف اپنے سپاہیوں کو زیادہ سے زیادہ وقت دینا چاہتا تھا۔ کسی کو معلوم نہ ہوا اور اندھیرے کی چادر سے نکل کر اچانک سیاہ لبادوں میں ملبوس عرب فدائین نے انہیں اپنے نرغے میں لے لیا۔

"تم میں سے کوئی حرکت نہ کرے۔" اس شخص نے کہا جو پورا چہرہ نقاب میں چھپائے ہوئے تھا اور لہجے کو بگاڑنے کی کوشش کے باوجود عرب نہ لگتا تھا۔ "ہم صرف اسلحہ چاہتے ہیں۔ اگر تم اپنی جان بچانا چاہتے ہو تو اسلحہ زمین پر پھینک دو اور ہاتھ اٹھا لو۔"

ڈیل کی حالت غیر تھی۔ اس غیر متوقع صورت حال نے اسے مفلوج کر دیا تھا اور اس کا ذہن سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے محروم ہو گیا تھا۔ "بریگیڈیئر جنرل ڈیل ٹراسک۔" جنرل الانوف نے سرگوشی میں کہا۔ "تعمیل کے سوا چارہ نہیں۔ اپنے سپاہیوں کو حکم دو کہ کسی حماقت کا ثبوت دے کر بہادر بننے کی کوشش نہ کریں ورنہ ہم سب مارے جائیں گے۔" ڈیل نے آہستہ سے سر ہلا دیا۔

"جلدی کرو۔" حملہ آور نے ڈانٹ کر کہا۔ "ہمارے پاس وقت نہیں ہے۔ کسی نے ذرا حرکت کی تو مارا جائے گا۔" وہ سب ہیڈ لائٹس کی روشنی میں کھڑے تھے۔ ایک ایک کر کے ان کے ہتھیار سڑک پر گرنے لگے۔ الانوف کو یوں لگا جیسے وہ رضاکارانہ طور پر ہتھیار ڈال رہے ہیں۔ "اب اپنا رخ بدلو اور ایک قطار میں ہو جاؤ۔" حملہ آوروں نے کہا۔ سپاہی قطار بنانے لگے۔

"تم آگے رہو گے۔" حملہ آوروں نے ڈیل کو اشارہ کیا۔ "اور تم سب سے پیچھے۔" انہوں نے الانوف کو حکم دیا۔ "پیچھے مڑ کر نہیں دیکھنا ہے۔" ڈیل نے تعمیل کی۔ جب دو فدائین کی نگرانی میں انہوں نے ڈیل مارچ شروع کیا تو صرف الانوف کھڑا رہ گیا۔ اس کے آگے ایک سپاہی تھا۔ اگر اس نے محسوس کیا ہو گا کہ آخر میں الانوف نہیں ہے تب بھی چلا کر وہ اس کا اعلان نہیں کر سکتا تھا۔ الانوف کو یقین تھا کہ اسے معلوم ہی نہ ہوا ہو گا۔ وہ پلٹ کر پیچھے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ الانوف کے ساتھ رہ جانے والے سپاہیوں نے ہیڈ لائٹس بجھا دیں اور گاڑیوں کی چابیاں نکال لیں۔ الانوف بے ساختہ ہنس پڑا۔ ہنستے ہنستے اس کے آنسو نکل آئے۔ بریگیڈیئر جنرل ڈیل ڈبل مارچ کرتا ہوا بہت دور نکل گیا تھا۔ اس کے ساتھ امریکی اور روسی سپاہی بھی قہقہے لگا رہے تھے۔ "واپس اپنے مورچے پر۔" الانوف نے یکلخت سنجیدہ ہو کر حکم دیا۔ ہنسی کی جگہ مکمل خاموشی نے لے لی۔ پھر ریت پر دوڑتے ہوئے قدموں کی صدا ابھری جو کچھ دیر بعد سناٹے میں گم ہو گئی۔ ویران کانوائے وہیں کھڑا رہا۔

دو کلومیٹر دور الانوف نے پھر اپنی پوزیشن سنبھال لی۔ دو کلومیٹر دور ڈیل نے اس شخص کے لہجے پر غور کیا جو حملہ آوروں کا سرغنہ تھا۔ روسیوں کی قید میں رہ کر وہ روسی لہجے سے آشنا ہو گیا تھا اور انگریزی کے پس منظر میں بھی اس لہجے کو پہچان سکتا تھا۔

پھر اسے جنرل الانوف کا پوری وردی میں سڑک کے درمیان تنہا کھڑے ہو کر راستہ روکنا یاد آیا۔ شبہ اسے فوراً ہو گیا تھا لیکن اس وقت وہ بے بس ہو چکا تھا۔ یہ سب جنرل ولیم اور الانوف کی سازش ہو سکتی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ الگ الگ افواج کے کمانڈر ہونے کے باوجود دونوں ایک دوسرے کے کتنے ہم خیال اور کتنے ہم پیالہ و ہم نوالہ تھے لیکن اپنے اس شبہے کی تصدیق کے لئے وہ پلٹ کر نہیں دیکھ سکتا تھا کہ قطار کے آخر میں الانوف بھی دوڑ رہا ہے یا نہیں۔ فدائین کی امریکی ایم۔۱۶ رائفلیں بالکل چوکس تھیں اور یہ وہ رائفلیں نہیں تھیں جو انہوں نے ابھی ڈیل کے فوجی دستے سے چھینی تھیں۔ صورتحال اس پر واضح ہو چکی تھی لیکن سردست وہ کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ ولیم اور الانوف نے خود ہی اپنی موت کے حکمنامے پر دستخط کر دیئے تھے اور بالآخر ان دونوں کو فائرنگ اسکواڈ کے سامنے جانا تھا۔

○ ○

صبح کا سورج طلوع ہونے کو تھا۔ کرنل انور نے خانقاہ کے سب سے اونچے حصے پر معلق گھنٹے کی صدا سنی۔ اس کی گونج پہاڑیوں میں بازگشت بن گئی تھی۔ مسلسل۔ تواتر کے ساتھ۔ ایک آواز اور اس سے پہلے والی آواز کی بازگشت مل رہی تھی۔ ڈنگ ڈانگ۔ ڈنگ ڈانگ۔ ڈنگ ڈانگ۔ صدیوں پرانی خانقاہ کا پیغام ہر دن کے آغاز کی طرح نشر ہو رہا تھا محبت کا اور آشتی کا اور انسانیت اور امن کا اور سلامتی کا نقیب ہر معبد سے پکار رہا تھا۔ ڈنگ ڈانگ۔ آؤ نیکی کی طرف۔ حی علی الفلاح۔ آؤ بھلائی کی طرف۔

الانوف نے اپنے جسم میں ایک سنسنی سی دوڑتی محسوس کی۔ گھنٹہ ٹھیک وقت پر بجنے لگا تھا۔ نہ ایک سیکنڈ قبل نہ ایک سیکنڈ بعد۔ ولیم کو فادر لازیاسس نے اندر پہنچا دیا تھا۔ اس نے اپنے ہاتھ پر بندھی ہوئی روسی گھڑی کو دیکھا۔ اس کی سوئیاں ہر سیکنڈ پر ولیم کی قیمتی امریکن گھڑی کی سوئیوں کے ساتھ قدم ملا کر چلتی رہی تھیں۔

خانقاہ کے اندر راہب گلوں میں چاندی کی صلیبیں لٹکائے سفید لبادے پہنے تاریک تہہ خانوں میں جلنے والی مشعلوں کی روشنی میں قطار بنائے گزر رہے تھے۔ ہر راہب ہر تہہ خانے سے نکل کر خداوند یسوع مسیح کی تعریف کے نغمے گاتے۔

تو بدکرداروں کے سبب بیزار نہ ہو۔ اور بدی کرنے والوں پر رشک نہ کر کیونکہ وہ گھاس کی طرح جلد کاٹ ڈالے جائیں گے اور سبزے کی طرح مرجھا جائیں گے۔ لیکن جن کو خداوند کی آس ہے ملک کے وارث ہوں گے۔

پرانی خانقاہ کے در و دیوار ان کے ساتھ گا رہے تھے۔ کانپ رہے تھے۔ لرز رہے تھے۔

"یہ کیا شور ہے۔" کرنل انور نے تہہ خانے کے ایک کمرے کا دروازہ کھول کر گرجتے ہوئے کہا۔ راہبوں کی ایک قطار ہاتھوں میں صلیب اٹھائے جا رہی تھی۔ "بند کر دیہ بکواس۔" وہ چلایا راہب رک گئے۔ سب کی گردنیں ایک ساتھ گھوم گئیں۔

"یہ بکواس نہیں ہے۔ یہ پرانے عہد نامے کے الفاظ ہیں۔ داؤد کا مزمور۔ اگیاون ..." ایک راہب نے نرم آواز میں کہا۔

"میں کچھ سننا نہیں چاہتا۔ خاموشی سے عبادت کرو ورنہ سب کو بند کر دوں گا۔" کرنل انور راہب کی بات کاٹ کر چیخا۔ "دفع ہو جاؤ۔" راہب چند لمحے سکتے کے عالم میں کھڑے رہے پھر بے آواز قدموں سے روانہ ہو گئے۔ بگلوں کی طرح ایک جیسے ایک قطار میں چلتے۔ اس نے دھڑ سے دروازہ بند کیا۔ یہ پوری رات اس نے ڈراؤنے خواب دیکھتے گزاری تھی۔

"کیوں چلا رہے تھے تم۔" لیلے اجیبل نے نیم غنودگی میں پوچھا۔

"کسی پر نہیں۔" وہ دہاڑا۔ "میں پاگل ہو گیا ہوں۔ سینڈل کیوں نہیں آیا ابھی تک؟"

"کیا صبح ہو گئی؟" لیلے اجیبل بولی۔ "اب تک تو اسے لوٹ آنا چاہیے تھا۔" انور زخمی شیر کی طرح کمرے میں ٹہلتا رہا تہہ خانے کی نم آلود تنگ دیواریں اس پر جھکی پڑ رہی تھیں۔ اس کا دم گھٹ رہا تھا۔

"تم نے منصوبہ بدل کر غلطی کی۔" لیلے اجیبل نے کہا۔ "اسے قتل کر دینا ہی بہتر تھا۔"

"تم ایک بیوقوف جاہل عورت ہو۔ ناقص العقل۔ اونٹ کی طرح تمہاری نکیل ہمیشہ دوسروں کے ہاتھ میں رہتی ہے۔" انور نے کہا۔ "یہ منصوبہ بنانے والے پہلے بھی دوسرے تھے۔ تم صرف آلہ کار تھیں۔"

"چلاؤ مت انور۔ بنانے والوں نے وہ منصوبہ بہت سوچ سمجھ کر بنایا تھا۔" لیلے اجیبل نے سخت لہجے میں کہا۔

"منصوبہ اب بھی وہی ہے ہم اسے جب چاہیں قتل کر سکتے ہیں۔ میں اسے اسی وقت جا کے گولی مار سکتا ہوں۔" انور نے کہا۔

"تو مار دو۔ مبادا یہ خانقاہ ہی ہمارا زنداں نہ بن جائے۔ امریکی اور روسی دشمن اس وقت مصروف عمل ہیں اور ہم انہیں شکست نہیں دے سکتے انور۔ فرار کے راستے ابھی کھلے ہیں۔ اس وقت سے فائدہ اٹھا لو اور نکل چلو۔"

انور غور سے اس کی صورت دیکھتا رہا۔ پھر اس نے آہستہ سے سر ہلایا اور باہر نکل گیا۔ دو راہب ایک اسٹریچر پر کسی کو ڈالے لے جا رہے تھے۔

"کون ہے یہ۔ کیا ہوا ہے اسے۔؟" اس نے پوچھا۔

"یہ بیمار ہے جناب۔ اسے ایلات کے ہسپتال لے جانا ہے۔" ایک راہب نے دھیمے لہجے میں کہا۔

"مجھے تو اچھا خاصا ہٹا کٹا دکھائی دیتا ہے۔" اس نے طویل قامت راہب کو دیکھا جو سیدھا لیٹا لمبے لمبے سانس لے رہا تھا۔

"اسے مرگی کے دورے پڑتے ہیں جناب۔" دوسرے راہب نے کہا جو نسلاً حبشی تھا۔ انور نے سر ہلایا اور وہ دونوں پھر چل پڑے۔ انور مخالف سمت میں روانہ ہو گیا۔ جیب سے ریوالور نکال کر اس نے میگزین کو دیکھا اور مطمئن ہو کر سیفٹی کیچ ہٹا دیا۔ تیسری راہداری کے بعد وہ زینہ تھا جو مزید نیچے بڑے راہب کے کمرے کی طرف جاتا تھا۔ صدر امریکہ اسی قید خانے میں تھا۔ بڑے راہب کو قتل کرنے کا اسے تھوڑا سا افسوس تھا۔ وہ عین اس وقت جب لیلے اجیبل کے ساتھی چرواہوں کو قتل کر کے ان کے اونٹ چھیننے میں مصروف تھے انہیں لیکچر دینے آ گیا تھا۔ انور کو مجبوراً بندوق کا کندہ مار کر اسے چپ کرنا پڑا۔ ستر سال کا بوڑھا سر چیخ گیا تھا اور وہ لڑکھڑا کر سیڑھیوں پر گر گیا تھا مگر اس کی زبان آخری وقت تک بند نہیں ہوئی تھی۔ انور کے قدم یکلخت رک گئے۔ صدر کے کمرے کے دروازے پر کھڑا ہوا محافظ فرش پر چت پڑا تھا۔ اس نے دوڑ کر کمرے کے دروازے کو دیکھا۔ ٹوٹا ہوا تالا کھلی کنڈی میں لٹک رہا تھا۔ ایک لات مار کر اس نے دروازہ کھولا۔ اس کے سامنے وہ بوڑھا راہب دوزانو بیٹھا تھا جس کے سر کو اس کی بندوق کے کندے نے توڑ دیا تھا۔ اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہ آیا۔

"وہ کہاں ہے؟" انور نے ریوالور اٹھا کر کہا۔

"وہ مجھے اپنے نام کی خاطر صداقت کی راہوں پر لے چلتا ہے۔" بوڑھے راہب نے آنکھیں بند رکھتے ہوئے بڑبڑا کر کہا۔

"خبیث شیطان۔ وہ یہاں سے کیسے نکل گیا۔" انور لیش نے چلا کر کہا۔

"... بلکہ خواہ موت کے سایہ کی وادی میں سے میرا گزر ہو۔" کانپتی ہوئی بوڑھی آواز نے کہا۔ انور کے ریوالور نے پہلی گولی اگلی۔ راہب آگے جھک گیا... "میں کسی بلا سے نہیں ڈروں گا کیونکہ تو میرے ساتھ ہے۔" انور نے دوسرا فائر کیا۔ "اور میں ہمیشہ خداوند کے گھر میں سکونت کروں گا۔" راہب کے بے جان جسم نے کہا۔

"لیلے!" انور کی آواز نیم تاریک وادی میں گونجی۔ "بیلی نکل گیا۔"

لیلےٰ اجیبل گھبرا کر کمرے سے نکل آئی۔ "بیلی نکل گیا۔ وہ کیسے؟"

"مجھے نہیں معلوم۔ اس کی جگہ بڑا راہب بیٹھا تھا۔" انور نے لیلیٰ سے کہا۔

"بڑا راہب؟... وہ تو مر گیا تھا!" لیلےٰ سوچتے ہوئے بولی۔

"نہیں... یہ سب اسی کی سازش معلوم ہوتی ہے۔ میں نے اسے مار دیا ہے۔" انور بولا۔

"کیا وہ راہب کا بھیس بدل کر نکل گیا۔" لیلےٰ اجیبل نے کہا۔

یکلخت انور کی نظروں کے سامنے سے دھند ہٹ گئی۔ یقیناً وہ بیلی تھا۔ وہ طویل قامت بیمار راہب جو اسٹریچر پر لیٹا تھا۔ آہستہ آہستہ حقیقت اس پر واضح ہونے لگی۔ یہ ایک جیسے لباسوں کا دھوکہ نہ تھا۔ وہ صورتیں اس لئے آشنا نہ لگتی تھیں کہ ان کے حلیے ایک جیسے تھے۔ اس کی نظروں میں ایک سیاہ فام سارجنٹ کی تصویر آئی جس نے چھ فدائین کو مار دیا تھا... اگر... اگر یہ وہی تھا تو دوسرا دوسرا صرف ولیم ہو سکتا تھا۔ وہ بے تحاشا صدر دروازے کی طرف بھاگا۔ "وہ... وہ بیمار راہب..." اس نے محافظوں سے چیخ کر پوچھا۔ "کیا وہ نکل گئے؟" محافظوں نے تائید میں سر ہلا دیا۔ خیر۔ وہ اوپر کی طرف بھاگا۔ وہ ابھی فصیل سے دور نہیں ہوں گے۔ وہ تیزی سے سیڑھیاں چڑھنے لگا۔ اس کا سانس پھول گیا مگر وہ اوپر چلتا گیا۔ ڈنگ۔ اس کا سر اچانک حرکت میں آجانے والے گھنٹے سے ٹکرایا۔ اسے چکر سا آ گیا مگر اس نے خود کو سنبھال لیا۔ راہب اسٹریچر لئے فصیل کے نچلے حصے سے پچاس گز دور جا چکے تھے۔ وہ فصیل پر چڑھ گیا۔

الانوف نے دو راہبوں کو اسٹریچر لئے باہر آتے دیکھا۔ ان میں ایک سیاہ فام تھا اور دوسرا سفید فام۔ اس نے اپنے سینے کے بوجھ کو ایک گہری سانس لے کر اُتارا اور سورج کی طرف دیکھا۔ شفق کی سرخی مٹ چکی تھی اور دھوپ کا رنگ سونے جیسا ہو گیا تھا۔ اچانک اس نے فصیل کے اُوپر ایک سایہ دیکھا۔ اس نے دوربین اٹھالی۔ ایک لمحے کے لئے اس کے دل کی دھڑکن رک گئی۔ کرنل انور اپنے ریوالور سے راہبوں کا نشانہ لے رہا تھا۔ پھر اس نے فائر کی آواز سنی اور اس کے ہاتھوں نے دوربار خود کار رائفل اٹھالی۔ راہب اب بے تحاشا بھاگ رہے تھے۔ اسٹریچر پر لیٹا ہوا راہب سب سے آگے تھا۔ کرنل انور کو دوسری گولی چلانے کی مہلت نہ ملی۔ الانوف کی رائفل کی ایک گولی اس کے دل کے ٹکڑے کرتی پسلیوں سے گزر کر خانقاہ کے گھنٹے سے ٹکرائی۔ ڈنگ۔ گھنٹے نے کہا۔ کرنل انور دو سو فٹ کی بلندی سے نیچے گرا۔ عین اس جگہ جہاں ایک صحافی کی لاش پہلے سے پڑی تھی۔ چٹانوں کی اوٹ سے سپاہیوں کے سر اور بندوقوں کی نالیاں نکل آئی تھیں۔ امریکی صدر کو سیلوٹ کرنے کے لئے۔ الانوف اور ولیم کی طرح جو ساتھ ساتھ اٹین شن کھڑے تھے۔

کرنل ڈیل ٹراسک کو محافظوں نے آدھے راستے پر چھوڑ دیا تھا اور لوٹ گئے تھے۔ وہ اپنی شکست خوردہ فوج کے مٹھی بھر سپاہیوں کے ہمراہ کمانڈ ہیڈ کوارٹر لوٹا تو ذلت اور رسوائی کے احساس اور انتقام کی خواہش نے اسے اندھا کر دیا تھا جو محافظ اسے ڈیل مارچ کرانے لائے تھے یقیناً امریکی تھے۔ اس کی دھمکی کے باوجود کہ وہ انہیں پہچان گیا ہے اور انہیں ہرگز نہ بخشے گا وہ ایک قہقہہ لگا کے چپ ہو گئے تھے اور انہیں ڈیل کرتے رہنے کا حکم دے کر دیکھتے رہے تھے بہت دور نکل جانے کے بعد جب ڈیل کو یقین ہو گیا کہ اب وہ ان کی مشین گن کی زد سے باہر ہے اس نے پلٹ کر دیکھا تھا تو وہ بہت دور مخالف سمت میں بھاگے جا رہے تھے اور صحرا میں دو نقطوں کی طرح نظر آتے تھے۔ اس وقت جب وہ واپس پہنچا سورج طلوع ہو چکا تھا۔

کمانڈ ہیڈ کوارٹر میں کیپٹن الزبتھ آدم نے دفتر میں قدم رکھا ہی تھا کہ ڈیل ٹراسک بگولے کی طرح اندر داخل ہوا ”کیپٹن“ اس نے آواز کو پُروقار بناتے ہوئے کہا ”شاید تمہیں معلوم ہو گیا ہو گا کہ مجھے بریگیڈیئر جنرل بنا کر اس کمانڈ کا چارج دیا گیا ہے۔ جنرل ولیم کی جگہ۔ چنانچہ تم اب میری ملٹری سیکریٹری ہو۔“ کیپٹن الزبتھ نے یہ خبر ابھی تک نہیں سنی تھی۔ وہ چند سیکنڈ مبہوت کھڑی رہی ”تم نے میری بات سنی ہے یا نہیں“ ڈیل نے میز پر ہاتھ مارا۔ وہ اچھل پڑی ”یس... یس سر۔“ اس نے نوٹ بک اور پنسل سنبھالی۔

”آل رائٹ۔ اب جو میں کہتا ہوں وہ غور سے سنو۔ قائم مقام صدر اور چیف آف دی جائنٹ چیف آف اسٹاف ایڈمرل اسٹیوارٹ کے حکم سے جنرل ولیم کو معذول کر دیا گیا ہے اور زیرِ حراست رکھنے کی ہدایت ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ فوج کا ایک دستہ لے کر رات کے وقت خانقاہ سینٹ کیتھورین کی طرف گیا تھا۔ فوراً معلوم کر کے بتاؤ کہ جنرل ولیم کے علاوہ کمانڈ سے کون کون غیر حاضر ہے۔ میں اپنے دفتر میں ہوں۔“ اس نے جنرل ولیم کے

کمرے کا دروازہ لات مار کر کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔

کیپٹن الزبتھ آدم ساکت و صامت کھڑی رہی۔ پھر اس نے انٹر کام پر احکامات جاری کر دیئے اور اپنی کرسی پر گر پڑی۔ یہ کیسے ممکن ہے.. اس نے سوچا... یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ اس نے میز کی دراز سے ایک کاغذ نکالا۔ استعفیٰ۔ بس۔ اور کوئی صورت نہیں۔ مگر اسی وقت سارجنٹ نے اسے وہ فہرست لا کر دی جس میں ولیم کے ساتھ جانے والے سپاہیوں کے نام تھے۔ وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"گڈ۔" وہ بولا۔ "ایڈجوٹنٹ سے کہو کہ وہ مسلح کانوائے تیار کرے۔ تین سو سپاہی، مشین گنز، ہلکی اور بھاری توپیں۔ مارٹرز" وہ لکھتی گئی۔ وہ ڈیل سے اپنے استعفے کے بارے میں کوئی بات نہ کر سکی۔ بالآخر فہرست مکمل ہو گئی۔ کیپٹن الزبتھ آدم نے تعجب سے اس فہرست کو دیکھا۔ آخر یہ سب کیا ہے۔ کس پر حملے کی تیاری ہے۔ یقیناً کسی سیکٹر میں گڑبڑ ہے۔ اتنی فوج لے کر ڈیل صرف ولیم کی گرفتاری کے لئے تو نہیں جا سکتا۔ اس نے باہر آ کر احکامات آگے ارسال کئے۔ وقت لمحہ بہ لمحہ رینگ رینگ کر گزرتا رہا۔ اس کا غیر حاضر ذہن ایک خوف سے بچنے کے لئے پناہ گاہیں تلاش کرتا رہا مگر سارے راستے بند تھے۔ اس اندیشے سے کہیں مفر نہ تھا۔ ایڈجوٹنٹ نے اسے کانوائے کے تیار رہنے کی اطلاع دی تو اس نے اپنی دراز کھولی جس میں سب سے اوپر اس کا ذاتی ریوالور رکھا تھا۔ اس نے ریوالور اٹھایا اور ڈیل کے کمرے میں داخل ہو گئی۔ اس کے دونوں ہاتھ کمر کے پیچھے تھے۔ "کانوائے تیار ہے سر" وہ بولی۔ اس کا گلا خشک ہو رہا تھا۔

"گڈ۔" ڈیل کھڑا ہو گیا۔ "میری غیر موجودگی میں واشنگٹن سے پیغامات موصول ہونے کا امکان ہے۔"

"آپ ... آپ کہاں جا رہے ہیں سر؟" اس نے بمشکل تمام پوچھا

"میں؟... میں ولیم کو گرفتار کرنے جا رہا ہوں۔ اسے بغاوت اور حکم عدولی کی سزا دینے جا رہا ہوں۔" ڈیل بولا۔

"اگر انہوں نے مقابلہ کیا سر۔؟" کیپٹن الزبتھ نے ڈوبتے دل کے ساتھ پوچھا "ان کے ساتھ بھی سپاہی ہیں۔"

"تو میں خود اسے گولی مار دوں گا۔ اس کے ساتھ کل تیس سپاہی ہیں۔" ڈیل نے کہا۔

کیپٹن الزبتھ نے ریوالور سامنے کر لیا۔ "نہیں سر... آپ اسے گولی نہیں مار سکتے۔" گولی ڈیل کے سینے میں لگی۔ اسے حیران ہونے کا وقت بھی نہ ملا۔ وہ میز کے پیچھے ہی گر گیا۔

"کیپٹن الزبتھ..." باہر کے کمرے میں لگے ہوئے اسپیکر پر الکوسائرا" کنٹرول ٹاور پکار رہا تھا۔ "ہلو کیپٹن الزبتھ۔ واشنگٹن سے کمانڈر انچیف کا پیغام ہے.. ارجنٹ۔ ایڈمرل اسٹیوارٹ کے احکامات منسوخ کئے جاتے ہیں... مشن کمانڈر بدستور جنرل ولیم رہیں گے۔ کرنل ڈیل ٹراسک کو صدر نے تاحکم ثانی زیر حراست.....!"

کیپٹن الزبتھ ولیم کی میز پر سر رکھے ہاتھ پھیلائے اس کرسی پر بیٹھی تھی جو ولیم کی کرسی کے مقابل تھی۔ اس کے کان کھلے دروازے سے ساری آوازیں سن رہے تھے۔ مگر آنکھیں صرف اس کرسی کو دیکھ رہی تھیں جس پر کوئی نہیں بیٹھ سکتا تھا۔ اس کے ہوتے ہوئے یہ ناممکن تھا۔ پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ اس کے ہوتے ہوئے کوئی ولیم کو مار دے۔ اسے اب صرف ان محافظوں کا انتظار تھا جو گولی کی آواز پر آنے والے تھے۔ مگر وہ مطمئن تھی۔ قتل کر کے بھی اسے ندامت نہ تھی۔ اس نے جو کچھ کیا تھا ولیم ہی کے لئے تو کیا تھا۔ پہلے بھی اور اب بھی۔ یہ زندگی اسی کی تھی۔